تیرے سنگ یارا

ازقلم ارفہ اعجاز

مکمل ناول

ناول بینک ویب پر شائع ہونے والے تمام ناولز کے جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ اپنی تحریر ناول بینک پر شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں سینڈ کردیں۔ آپ کی تحریر ناول بینک ویب پر شائع کردی جائے گی۔

E-mail : pdfnovelbank@gmail.com
WhatsApp : 92 306 1756508

ناول بینک انتظامیہ

لان کے بیچ و بیچ اک چارپائی پڑی تھی۔ جس پہ کوئی سفید کفن میں لپٹا ہمیشہ کے لیے آنکھیں موندے پڑا سو رہا تھا۔ اردگرد بہت سے لوگ جمع تھے۔ جبکہ وہ بے یقین سا ان بند آنکھوں کو دیکھتا سکتے میں بیٹھا تھا۔ تبھی کسی نے اسے جھنجھوڑتے ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔

جس پہ اس نے اپنی خالی اور سپاٹ آنکھوں سے جھنجھوڑنے والے کو دیکھا اور پھر خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور چارپائی کے پاس سو دو زانو ہو کے بیٹھا تھا۔

ڈیڈا "ان کے بے جان چہرے پہ ہاتھ رکھتے اس نے نرمی سے پکارا تھا۔ مگر" چارپائی پہ پڑے وجود میں جب کوئی ہلچل نہ ہوئی تو وہ چیخا تھا۔

ڈیڈا، اٹھیں مجھ سے بات کری"

ڈیڈا آپ مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتے

آپ ایسا نہیں کر سکتے ڈیڈا

ڈیڈا "____ان کا نام پکارتے وہ حلق کے بل چیخا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا خواب ٹوٹا تھا اور وہ ڈیڈا پکارتا اٹھ بیٹھا تھا۔ اس کا دھونکنی کی طرح چل رہا تھا جبکہ شرٹ کے بغیر کسرتی جسم پورا پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔

اٹھ کے بیٹھتے اس نے خوفزدہ نگاہیں ادھر اُدھر دوڑائیں تو اس ادراک ہوا کہ وہ کسی لان میں نہیں بلکہ اپنے کمرے میں ہے۔ اس کا ذہن لاشعور سے شعور میں

داخل ہوا تو اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ اس نے اک گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتے اپنے بال دونوں مٹھیوں میں جکڑے تھے۔

ڈیڈا آپ کو ہم سے بچھڑے دس سال ہو گئے مگر میں اس دل کو کیسے سمجھاؤں" یہ بات؟ کیسے ان خوابوں سے پیچھا چھڑاؤں جو کسی آسیب کی طرح مجھے چمٹ گئے ہیں؟ "وہ مٹھیوں میں جکڑے بالوں کو تقریباً نوچتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔ کچھ دیر اسی پوزیشن میں رہنے کے بعد وہ خود سے کمفرٹر ہٹاتا اٹھا اور گھر سے ملحقہ باغ میں کھلنے والی کھڑکی کو تازہ ہوا لینے کی نیت سے کھولا تھا۔ مگر کھڑکی کھولتے ہی اپنے پسندیدہ سفید پھولوں کے پودے کے پاس کھڑے وجود کو دیکھ کے اس کے ماتھے پہ بل آئے تھے۔ اور اس کے ہاتھ میں اک گلاب کا پھول دیکھ کے وہ بل مزید گہرے ہوئے تھے۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ
www.urdunovelbank.com

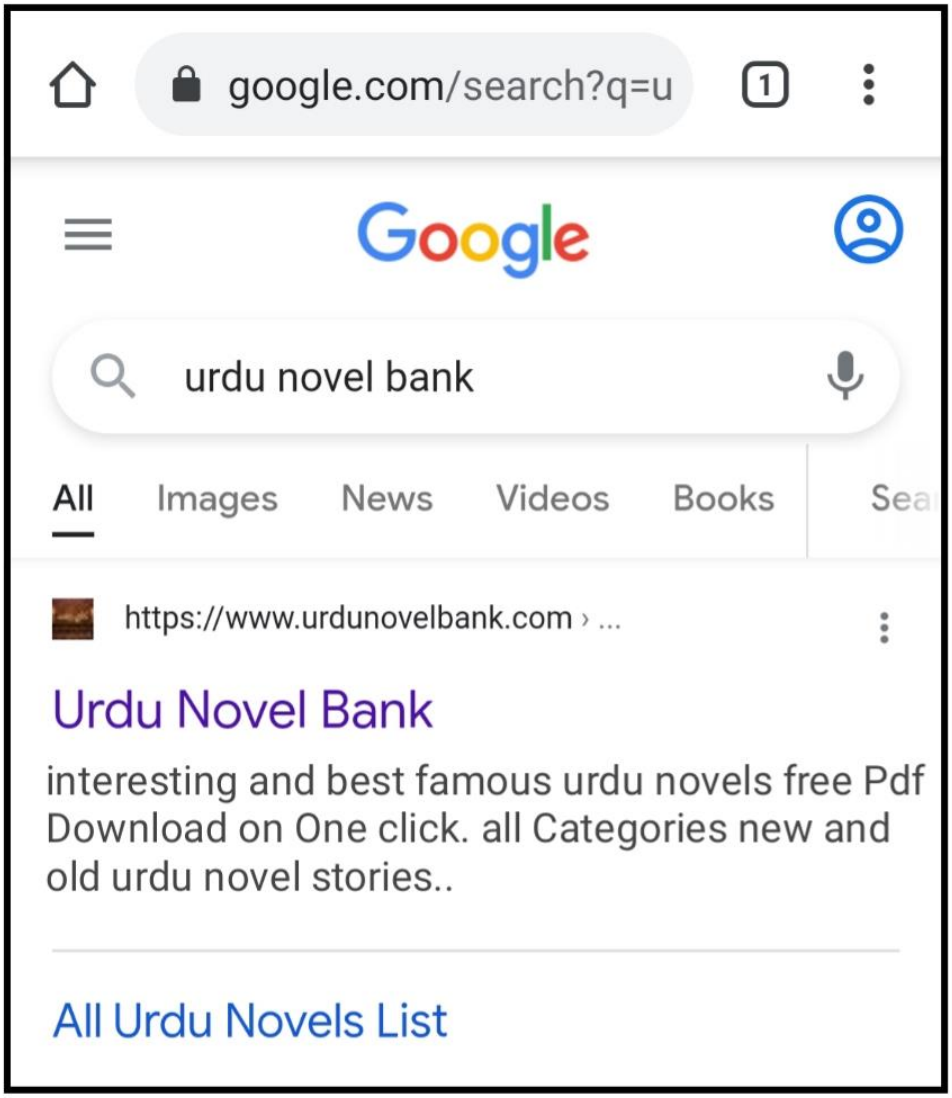

Urdu Novel Bank website
جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔
گوگل پر ٹائپ کریں
Urdu Novel Bank
اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

خراب تیوروں کے ساتھ وہ بیڈ کی طرف بڑھا اور اپنی شرٹ اٹھا کے پہنتے وہ تیزی سے کمرے سے نکلا تھا۔ اس کا رخ باغ کی طرف تھا جہاں وہ ہستی اس کے فیورٹ پھولوں کا ستیاناس کرنے میں مصروف تھی۔

ہالے نور "اس کے سر پہ پہنچتے ثمامہ نے سرد آواز میں اس کا نام پکارا تو تیسرا" پھول توڑتا اس کا ہاتھ وہی کا وہی ساکت ہوا تھا۔

وہ ہالے نور تھی، گھر کی اکلوتی لڑکی کا ہونے کا شرف اسے حاصل تھا اور گھر اکلوتا بیٹا ہونے کا تاج ثمامہ عبدالرحمن کے سر تھا۔ دونوں کے مزاج اک دوسرے

سے مختلف تھے۔ اک مشرق تھا تو دوسرا مغرب، ہالے نور جتنی چنچل اور شرارتی تھی، ثمامہ اتنا ہی سرد مزاج اور اکڑو تھا۔

اس کے اسی رویے کی وجہ سے ہالے نور اکثر اس کی پسندیدہ چیزوں کو خراب کر کے سکون حاصل کرتی تھی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ پکڑے جانے پہ اس کے سامنے بھیگی بلی بن کے کھڑی ہو جاتی تھی۔

ابھی بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ ہالے فجر کی نماز کے بعد یونہی چہل قدمی کے لیے باغ میں آگئی تھی جو نہ زیادہ بڑا تھا اور نہ ہی چھوٹا، اس درمیانے باغ میں مختلف پودے اور پھل دار درخت اک ترتیب سے سجے ہوئے تھے۔

یونہی چہل قدمی کرتے اس کی نظر ثمامہ کے سفید گلابوں کے پودے کی طرف گیا تھا۔ جو اس نے اپنے ہاتھوں سے لا کے لگایا تھا۔ صرف وہ پودا ہی نہیں سارے کا سارا باغ ہی ثمامہ کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ وہ اپنا سارا فارغ وقت اس باغ کو ہی دیتا تھا۔

ہالے نے کسی کے نہ ہونے کا اچھی طرح اطمینان کرنے کے بعد پھولوں کے پودے کو ہاتھ لگایا تھا۔ اس بات کی تسلی بھی کی تھی کہ ثمامہ کے کمرے کی کھڑکی بند ہے۔ ابھی اس نے دو پھول ہی توڑے تھے کہ وہ جانے کہاں سے بوتل کے جن کی طرح نازل ہوا تھا اور زور سے اس کا نام پکارا تھا۔ اپنے نام کی پکار پہ جہاں اس کے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔ وہی ثمامہ کے ٹھنڈے ٹھار لہجے پہ اس نے خود پہ فاتحہ پڑھ لی تھی۔

جل تُو جلال تُو، آئی بلا کو ٹال تُو۔ "زیرِ لب کہتے وہ زبردستی اپنے ہونٹ پھیلاتے" اس کی طرف مڑی تھی۔ جہاں وہ چہرے پہ ناگواری سجائے اسے گھورنے میں مصروف تھا۔ اس کی آنکھیں خود پہ جمی دیکھ کے ہالے کےگلے کی گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی تھی۔

تم یہاں باغ میں کیا کر رہی ہو؟ اور یہ پھول کس خوشی میں توڑے ہیں؟ "جتنی" ناگواری اس کے چہرے پہ تھی اس سے کہیں زیادہ اس کے لہجے میں تھی۔

ممم ____میں تو وہ بس چہل قدمی کے لیے آئی تھی۔ لڑکھڑاتی آواز میں بولتے" اس نے پھولوں والا ہاتھ نا محسوس طریقے سے اپنے پیچھے کیا تھا۔

میں نے ساتھ کچھ اور بھی پوچھا ہے؟ "لہجہ پہلے سے بھی زیادہ سرد تھا۔"

"،،،،وہ یہ پھول تو نیچے ٹوٹے پڑے تھے۔ میں تو"

بس صبح صبح جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ پھول مجھے دو کیونکہ میں اپنی" چیزیں کسی کے ساتھ شئیر نہیں کرتا پھر چاہے وہ پھول ہی کیوں نہ ہو۔ "ثمامہ نے اپنا ہاتھ آگے پھیلایا تو ہالے نے مرے مرے انداز میں پھول اس کی پھیلی ہتھیلی پہ رکھے تھے۔

"اب جاؤ یہاں سے اور آئندہ مجھے یہاں نظر آئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" ثمامہ نے اک طرف ہوتے اسے وہاں سے جانے کا آرڈر دیا تو ہالے سیکنڈز میں وہاں سے غائب ہوئی تھی۔ جبکہ اس کے بھاگ کے جانے پہ ثمامہ نے ناگواری

سے اس کی پشت کو دیکھا اور خود بھی وہاں سے نکلتا اپنے روم کی طرف بڑھا کے اسے بھی پولیس اسٹیشن جانے کے لیے تیار ہونا تھا۔

"میں اپنی چیزیں کسی کے ساتھ شئیر نہیں کرتا، جیسے میں تو اس کے ساتھ اس کی چیزیں شئیر کرنے کے لیے مری جا رہی ہوں۔ "اوپر اپنے پورشن میں آتے ہالے نے اس کی نقل اتارتے کہا اور ساتھ ہی اپنا سر جھٹکا تھا۔

"یہ کیا اکیلے اکیلے بڑبڑا رہی ہو؟ "راحیلہ بیگم کی آواز پہ اس نے اپنے دھیان سے نکلتے ادھر اُدھر دیکھا تو وہ سامنے ہی کھڑی کڑے تیوروں سے اسے دیکھ رہی

تھیں۔ وہ شاید نیچے کچن میں جا رہی تھیں ناشتہ کی تیاری کے لیے اور سیڑھیوں پہ ہی ان کا اپنی بیٹی سے ٹاکرا ہوا تھا۔

اسے چھوڑیں، میں آپ کو بتا رہی ہوں میں عنقریب آپ کے لاڈلے نک چڑے" بھتیجے کی شکایت تائی جان یعنی ان کی اماں حضور کو لگانے والی ہوں۔ "اپنے دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ جماتے اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے کہا تھا۔

تم اسے چھوڑو وہ انتہائی سلجھا ہوا اور اچھا بچہ ہے۔ تم خود پہ کوئی توجہ دو، اتنی" بڑی ہو گئی ہو اور ابھی تک بات کرنے کی تمیز نہیں آئی تمہیں۔ "ان کی بات پہ ہالے کا منہ سارے کا سارا کھل گیا تھا۔

"ماما کبھی کبھی تو میں سوچتی ہوں میں آپ کی سگی اولاد ہوں ہی نہیں۔ آپ کہیں سے اٹھا کے لائی ہیں مجھے۔" ثمامہ کو بھولتے اس نے اپنی ذات کے لیے آواز اٹھائی تھی۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں، ہمارا ٹیسٹ اتنا بھی برا نہیں۔ اگر اٹھا کے لانا ہوتا تو کوئی تمیزدار اور فرمانبردار لے کے آتے نہ کے تمہیں لاتے۔" ان کی بات پہ اس کا منہ سوچتے ہوئے کھل گیا تھا۔ جبکہ ان سے تھوڑی دور بیٹھے سیف صاحب کا قہقہہ گونجا تھا جس پہ اس کا خون مزید جلا تھا۔

بابا "اس نے احتجاجاً انہیں پکارا تو وہ مسکراہٹ ضبط کرتے منہ پہ انگلی رکھ گئے۔ اور راحیلہ بیگم بھی اسے گھورتے نیچے چلی گئی تھیں۔ ہالے بھی اپنی تازہ تازہ ہوئی عزت افزائی پہ پیر پٹختے اپنے روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اس کے انداز پہ

سیف صاحب نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا اور دوبارہ اپنی اخبار کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

ثمامہ نہا دھو کے تیار ہو کے فل یونیفارم میں ناشتے کی ٹیبل پہ آیا تو گھر کی دونوں خواتین راحیلہ بیگم اور عصمت بیگم نے دل ہی دل می ماشاءاللہ کہا تھا۔ ثمامہ ٹیبل پہ آتے سب سے پہلے عصمت بیگم کے سامنے جھکا تو انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے دعاؤں سے نوازا تھا۔ پھر یہی عمل اس نے راحیلہ بیگم اور سیف صاحب کے آگے دوہرایا تھا۔

راحیلہ بیگم تو اس کے وارے نیارے جا رہی تھیں۔ ساتھ ہی انہوں نے اک جتاتی نگاہ اپنی صاحبزادی پہ بھی ڈالی تھی۔ جو منہ کے زاویے بگاڑ کے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اور اپنی ماں کی جتاتی نظروں پہ اسے آگ ہی لگ گئی تھی۔ اس نے اک خونخوار نظر ثمامہ پہ ڈالی تھی جو اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھ رہا تھا۔

گھنا میسنا کہیں کا۔ "اسے دیکھتے وہ بڑبڑائی اور سر جھٹکتے ناشتے کی طرف متوجہ ہوئی" کہ وہ اس سے زیادہ کسی کو اپنے سر پہ سوار نہیں رکھ سکتی تھی۔

ثمامہ بیٹا آج مجھے دکان کے ضروری کام سے کہیں جانا ہے تو میں ناشتے کے بعد" وہی کے لیے نکل رہا ہوں۔ تم آج ہالے کو اس کی یونیورسٹی چھوڑ دو گے؟ "سیف صاحب کی بات پہ جہاں ثمامہ نے سر اٹھا کے انہیں دیکھا تھا، وہی ہالے کا نوالہ اس کے حلق میں پھنسا اور اسے زبردست کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔

چونکہ اس کے بالکل سامنے والی کرسی پہ ثمامہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور جوس کا جگ بھی اتفاقاً اس کے سامنے ہی پڑا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے جگ میں سے جوس گلاس میں ڈال کے گلاس جلدی سے ہالے کی طرف بڑھایا تھا۔ جسے پکڑتے اس نے تیزی سے دو تین سپ لیے جس سے نوالہ حلق سے نیچے اترا اور کھانسی کا دورہ تھما تھا۔ اتنی سی دیر میں ہالے کی رنگت سرخ پڑ چکی تھی اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔

"تم ٹھیک ہو؟ "پوچھنے والی عصمت بیگم تھیں۔ ہالے نے اک نظر سب کو دیکھتے اثبات میں سر ہلایا تو ان سب نے سکون بھری سانس خارج کی تھی۔

اب آرام سے کھانا، کوئی پیچھے نہیں لگا ہوا۔ "راحیلہ بیگم نے اسے تنبیہ کرنا" ضروری سمجھا تو اس نے بس منہ بسورا تھا۔

ہاں تو میں تم سے کچھ کہہ رہا تھا ثمامہ۔ "ہالے کی طرف سے تسلی کرتے سیف" صاحب دوبارہ ثمامہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

جی چچا جان آپ کا حکم سر آنکھوں پہ، کوئی مسئلہ نہیں میں چھوڑ دوں گا ہالے" کو یونیورسٹی

۔ "ثمامہ کے جواب پہ سیف صاحب نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

بابا میں پوائنٹ سے چلی جاؤں گی نا۔ "ہالے ہولے سے ممنمائی تو ثمامہ اک" سپاٹ نظر اس پہ ڈالتے دوبارہ اپنے ناشتے میں مگن ہو گیا تھا۔

کوئی ضرورت نہیں پوائنٹ سے جانے کی، ثمامہ نے کہا تو ہے وہ تمہیں چھوڑ دے" گا یونیورسٹی۔ "سیف صاحب کی بجائے راحیلہ بیگم کی طرف سے سخت جواب آیا تو اس نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

اور بیٹا تم سے اک اور درخواست بھی کرنی تھی۔ تم شام کو ڈیوٹی سے واپس آکر" کچھ وقت نکال کے اس نالائق کو بھی پڑھا دیا کرو، ہر سمسٹر میں مر مر کے پاس ہوئی ہے۔ تم پڑھا دو گے تو شاید اچھی جی پی اے لے ہی آئے۔ "راحیلہ بیگم کے نئے شوشے پہ ہالے نے پورا منہ کھول کے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔ اب تو اسے پکا یقین ہو گیا تھا کہ اس کی ماں اسے کہیں سے اٹھا کے لائی تھیں۔

جی چچی جان پڑھا دوں گا۔ "ان کی باتوں سے انکار کرنا تو گویا اس نے سیکھا ہی" نہیں تھا۔ اور ہالے تو بس بے بسی سے اپنی گردن کے گرد شکنجہ مضبوط ہوتے دیکھ رہی تھی۔

اگر تم ناشتہ کر چکی ہو تو باہر آ جاؤ میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں۔ "اپنا ناشتہ" ختم کرتے اس نے نیپکن سے منہ صاف کرتے اسے حکم دیا۔ اور خود ان سب کو اللہ حافظ کہتے وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس کے جاتے ہی ہالے بھی مرے مرے قدموں سے اپنے پورشن میں گئی اور کچھ ہی دیر میں بیگ سمیت واپس آئی تھی۔ وہ باہر آئی تو ثمامہ گاڑی گیٹ سے نکالے اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ ہالے کے بیٹھتے ہی ثمامہ نے گاڑی دوڑائی تھی۔ سارے سفر کے دوران گاڑی میں خاموشی چھائی رہی تھی۔ ثمامہ سنجیدگی سے

ڈرائیونگ کرتا رہا اور ہالے بالکل دروازے کے ساتھ چپکی بیٹھی آیت الکرسی کا ورد کرتی رہی تھی۔ یونیورسٹی کے سامنے گاڑی رکتے اسے لگا زندان سے رہائی ملنے لگی ہے۔

رات آٹھ بجے تم بکس سمیت نیچے والے پورشن میں موجود ہو۔ اور آٹھ کا مطلب" آٹھ ہی ہونا چاہیے، مجھے وقت کی پابندی نہ کرنے والے لوگ سخت ناپسند ہیں۔ امید ہے تم سمجھ گئی ہو گی۔ "گاڑی سے نکلنے سے پہلے اس کے کانوں سے ثمامہ کی آواز ٹکرائی تو اس نے فرمانبرداری سے سر ہلایا اور جلدی سے گاڑی سے اتر گئی تھی۔ اس کے اترتے ہی ثمامہ گاڑی بھگا کے لے گیا تھا۔

سڑو، کڑوا کریلا۔ "اس کی گاڑی کو گھورتے ہالے نے ہمیشہ کے طرح اس کو" القابات سے نوازا اور یونی کا گیٹ کراس کر گئی۔

راحیلہ بیگم کے جاری کردہ فرمان کی وجہ سے ہالے کا موڈ سارہ دن آف ہی رہا تھا۔ چھٹی کے وقت اسے سیف صاحب ہی پک کرنے آئے تھے۔ مگر پھر بھی اس کا منہ سوجا ہی رہا تھا۔ سیف صاحب کی ہر بات کا جواب اس نے صرف ہوں ہاں میں ہی دیا تھا۔ گھر آتے ہی وہ سیدھا اپنے پورشن میں گئی تھی۔

کمرے میں پہنچتے ہی پیچھے دروازہ زوردار طریقے سے بند کیا کہ اس کی آواز پورے گھر میں گونجی تھی۔ بگڑے موڈ کے ساتھ اس نے بیگ بیڈ پہ پھینکا اور خود بھی اوندھے منہ بیڈ پہ ڈھیر ہو گئی تھی۔ اسے یوں لیٹے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ راحیلہ بیگم کھانے کی ٹرے لیے اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں، مگر اسے بیگ سمیت بے ترتیبی سے بیڈ پہ لیٹے دیکھ کے ان کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

ہالے نور تم نے کب بڑے ہونا ہے؟ بائیس کی تم ہو چکی ہو اور ابھی تک تمہارا" بچپنا ہی ختم نہیں ہو رہا۔ "راحیلہ بیگم نے دانت پیستے ہوئے کہا اور کھانے کی ٹرے سٹڈی ٹیبل پہ رکھی تھی

عموماً تو ہالے خود نیچے کچن میں آکر کھانا کھاتی تھی۔ مگر آج راحیلہ بیگم خود کھانا لے کے آئی تھیں اس کے لیے، ان دونوں کی آپس کے تعلقات سے وہ واقف تھیں۔ اور یہ بھی جانتی تھیں ہالے ضد میں نہیں جائے گی پڑھنے بس اسے رام کرنے آئی تھیں۔ مگر اس کی بے ترتیبی دیکھ کے ان کا دماغ آؤٹ آف کنٹرول ہوا تھا۔

اور جو آپ سگی ماں ہو کے مجھ سے سوتیلی جیسا سلوک کرتی ہیں وہ؟ "اس نے" اسی پوزیشن میں روہانسے لہجے میں سوال کیا تھا۔

کیا بکواس کر رہی ہو؟ "راحیلہ بیگم نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔"

ہاں تو اور کیا سب جانتے بوجھتے آپ مجھے آدم خور کے چنگل میں اکیلا چھوڑ رہی ہیں؟ "تڑپ کے سیدھے ہوتے وہ بولی تھی۔

زیادہ فالتو بولنے کی ضرورت نہیں، اٹھو اور کھانا کھا لو۔ میں ماں ہوں تمہاری کوئی" دشمن نہیں، جو بھی کرتی ہوں تمہاری بھلائی کے لیے کرتی ہوں۔ "سٹڈی ٹیبل سے کھانے کی ٹرے اٹھا کے اس کے سامنے رکھتے انہوں نے اپنی بات مکمل کی۔

نہیں کھانا مجھے اور نہ ہی آپ کے لارڈ صاحب سے پڑھنا ہے۔ "اس کی ہٹ" دھرمی پہ راحیلہ بیگم نے چند ثانیے اس کو دیکھا اور پھر اس کے سامنے سے ٹرے اٹھا لی تھی۔

"نہیں کھانا تو مرضی تمہاری، اور جہاں تک پڑھنے کی بات ہے تو وہ تم جانو اور ثمامہ میں نے بس اسے کہنا تھا۔ آگے تمہیں پڑھانا اس کی ذمہ داری ہے اور میں جانتی ہوں وہ اپنی ذمہ داریاں نبھانا خوب جانتا ہے۔ "راحیلہ بیگم نے اطمینان سے کہا اور ٹرے سمیت کمرے سے نکل گئی تھیں۔ پیچھے ہالے نے منہ کھول کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔

"میری کوئی ویلیو ہی نہیں، آج تو مجھے پکا یقین ہو گیا میں ان کی سگی بیٹی ہوں ہی نہیں۔ "بے بسی ہاتھ بیڈ پہ مارا اور دوبارہ تکیے پہ سر رکھتے بیڈ پہ ڈھیر ہو گئی تھی۔

اور ثمامہ کو خود کو پڑھانے سے روکنے کے لیے مختلف تانے بانے جوڑتی رہی۔ اور یونہی سوچتے سوچتے کب اس کی آنکھ لگی اسے پتہ بھی نہ چلا۔

وہ جانے کب تک سوئی رہتی کہ راحیلہ بیگم نے اسے آکر جھنجھوڑا۔ اس نے مندھی مندھی آنکھوں سے انہیں دیکھا تھا۔

"اٹھ جائیں مہارانی صاحبہ کب تک سوتی رہیں گی؟ بس قد ہی نکالتی جا رہی ہو مگر عقل گھٹنوں میں ہی ہے۔ یہ نہیں کہ نیچے آکر ماں اور تائی کا ہاتھ بٹاؤں کب تک وہ دونوں بڑھیاں اکیلی لگی رہیں گی۔ مگر نہیں تمہیں تو شرم چھو کے نہیں گزری۔" اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کے راحیلہ بیگم نے اسے بے نقط سنائی تھیں۔ جس سے اس کا دماغ بہت جلد بیدار ہوا تھا۔ اس نے منہ بسورتے کچھ کہنا چاہا تھا مگر راحیلہ بیگم کے تیور دیکھتے چپ میں ہی عافیت جانی تھی۔

منہ بسورتے وہ اٹھ کے بیٹھی، جمائی لیتے اس کی نظر وال کلاک پہ پڑی اور پھر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں کیونکہ گھڑی بتا رہی تھی کہ آٹھ بجنے میں بس پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ وہ بجلی کی رفتار سے بیڈ سے اٹھی اور تیزی سے کبرڈ کی طرف بڑھی تھی۔

یار ماما بندا جگا ہی دیتا ہے، اب وہ کھڑوس مجھے چھوڑے گا نہیں۔ "آخری بات" اس نے سرگوشی میں کہی تھی۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، میں تمہیں تین دفعہ جگا کے جا چکی ہوں لیکن تم تو شاید" بھنگ پی کے سو رہی تھی۔ یا پھر ساری زندگی کی نیند آج ہی پوری کرنے کا ارادہ تھا تمہارا۔ "راحیلہ بیگم نے بھی بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا تھا۔ مگر فلحال اس کے

پاس جوابی کارروائی کا وقت نہیں تھا اس لیے وہ بغیر کوئی جواب دیے واش روم میں گھس گئی۔

ہاتھ منہ دھو کے اس نے کپڑے چینج کیے، وہ باہر آئی تو راحیلہ بیگم جا چکی تھیں۔ اس نے واش روم سے باہر آتے بالوں میں الٹا سیدھا برش پھیرتے جلدی سے بیگ اٹھاتے وہ نیچے بھاگی تھی۔ اس دوران ٹائم آٹھ سے اوپر ہو گیا تھا۔ مگر جب وہ نیچے آئی تو چھوٹے سے لاؤنج میں بس عصمت بیگم بیٹھی تھیں جنہیں دیکھ کے اس نے شکر ادا کیا تھا۔

ہنہہ، خود تو کوئی ٹائم کی پابندی نہیں اور مجھے سکھا رہے تھے پابندی۔ "اسے کی" غیر موجودگی پہ اس نے طنزیہ مسکراہٹ لیے سوچا اور عصمت بیگم کے پاس جا

کے بیٹھ گئی جو ثمامہ کے کپڑوں کے ٹے لگا رہی تھیں۔ راحیلہ بیگم کچن میں کھانے کی تیاری کو فائنل ٹچ دے رہی تھیں اور سیف صاحب شاید اوپر تھے۔

تائی امی اک بات تو بتائیں؟ "بیگ سامنے ٹیبل پہ رکھتے اس نے عصمت بیگم" سے کہا تو ان کی سوالیہ نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں۔

یہ میں نے بچپن میں آپ کے بیٹے کا کوئی قرض وغیرہ تو نہیں لیا تھا؟ "ہالے کا" سوال ان کے پلے نہ پڑا تو انہوں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

دیکھیں نہ مجھے دیکھ کے ان کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مجھے" ایسے دیکھتے ہیں جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں سالم نگل جائیں گے۔ چہرے کے

ایکسپریشنز ایسے دیتے جیسے کڑوا کریلا بغیر پکا ہی کھا لیا ہو۔"اس کی باتوں پہ عصمت بیگم کے چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ آئی تھی۔

نہیں بیٹا اس کی طبیعت کا حصہ ہے یہ، تقریباً سبھی کے ساتھ ہی وہ سنجیدہ ہی رہتا ہے۔ "عصمت بیگم نے ازلی نرم لہجے میں اسے سمجھایا جس پہ اس نے بس منہ بسورا تھا۔

"اچھا جاؤ یہ کپڑے ثمامہ کے کمرے میں رکھ آؤ، میں زرا راحیلہ کو دیکھ لوں۔" عصمت بیگم کے کہنے پہ ہالے نے آنکھیں بڑی کر کے انہیں دیکھا تھا۔

میں جاؤں؟ "اس نے اپنی طرف انگلی کرتے شدید حیرانگی سے پوچھا تھا۔"

ہاں تم "مختصر سا جواب دے کے وہ اس کی سنے بغیر کچن میں چلی گئی تھیں۔"
اور وہ بے بسی سے ان کی پشت دیکھتی رہ گئی تھی۔

کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد ہالے جل تُو جلال تُو کا ورد کرتے وہ ثمامہ کے کپڑے اٹھا کے اس کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔ کمرے کے دروازے پہ کھڑے ہوتے اس نے ہلکی سی دستک دی تھی مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو اس نے آہستگی سے دروازہ کھول کے پہلے سر اندر گھسایا اور پورے کمرے میں نظر دوڑائی تو وہ اسے کہیں نظر نہ آیا۔

جس پہ وہ خدا کا شکر ادا کرتے کمرے میں داخل ہوئی اور بغیر وقت ضائع کیے اس نے کبرڈ کھولی جہاں اک طرف اس کے استری شدہ کپڑے ہینگ ہوئے تھے۔ دوسری طرف اس نے طے کیے ہوئے کپڑے رکھنے تھے۔ اس نے جلدی سے اک سائیڈ پہ کپڑے رکھے تھے۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ "ثمامہ کی سخت اور سپاٹ پہ اس کے الماری کے پٹ" بند کرتے ہاتھ ڈھیلے پڑے تھے۔

وہ تائی امی نے آپ کے کپڑے رکھنے کا کہا تھا بس وہی رکھنے آئی تھی۔ "بغیر پلٹے" ہی ہالے نے جواب دیا تھا۔

تو تمیز بھی کسی چڑیا کا نام ہے، اتنا تو پتہ ہی ہو گا کہ کسی کے کمرے میں داخل" ہونے سے پہلے ناک کیا جاتا ہے۔ "اس بات پہ وہ غصے سے بل کھاتے اس کی طرف مڑی تھی۔

میں نے ناک کیا تھا، اب آپ کو نہیں سنائی دیا تو میرا کیا قصور؟ "اس کے لہجے" میں ہلکی سی خفگی در آئی تھی۔

اوکے تو کسی کے کبرڈ میں بغیر اجازت گھسنے کا مطلب؟ تم صوفے یا بیڈ پہ رکھ" کے چلی جاتی۔ "ثمامہ کی باتوں سے اس کا پارہ ہائی اور مزید ہائی ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے غصے بھری اک نگاہ ثمامہ پہ ڈالی اور بغیر کچھ کہے وہ دروازے کی طرف بڑھی تھی۔ اور جاتے ہوئے دروازہ زوردار آواز سے بند کر کے گئی۔ ہالے کی یہ

حرکت اسے کے لیے ناگواری کا باعث بنی تھی۔ جس پہ بمشکل قابو پاتے وہ بالوں میں برش کر کے لاؤنج میں آیا تھا، جہاں وہ پھولے منہ کے ساتھ بکس کھولے بیٹھے تھی۔

میں نے آٹھ بجے کا کہا تھا پھر آٹھ سے ٹائم اوپر کیسے ہوا؟ "اس کے سامنے" ٹیبل کی دوسری سائیڈ نیچے بیٹھتے اس نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں استفسار کیا تھا۔

اس کے پوچھنے پہ ہالے نے جھٹکے سے سر اٹھا کے اسے دیکھا تھا۔ غصہ اور خفگی پل بھر میں اڑن چھو ہوئے تھے۔ اور ساتھ ہی سوچ کے در کھلے کہ وہ تو لاؤنج میں تھا نہیں تو اسے پتہ کیسے چلا تھا کہ وہ لیٹ آئی تھی۔

میں ٹائم پہ آئی تھی آپ خود یہاں موجود نہیں تھے۔ "خود کو مضبوط بناتے ڈھٹائی" کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔

میں تمہارے انتظار میں دس منٹ بیٹھنے کے بعد اپنے روم میں فریش ہونے گیا" تھا۔ "اس کی سن کے ہالے کچھ لمحوں کے لیے چپ کی چپ رہ گئی، مگر پھر کچھ بولنا چاہا۔

میں مزید کوئی جھوٹ سننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ آج پہلا دن تھا اس لیے" رعایت مل رہی آئندہ ایسا بلکل نہیں ہو گا۔ اب بکس نکالو اور جو جو سمجھ نہیں آتا وہ مارک کرو۔ آج بس مارک کریں گے کل باقاعدہ سمجھانا شروع کروں گا۔ "اسے منہ کھولتے دیکھ کے ثمامہ نے اسے ٹوک دیا تھا۔

کھڑوس کہیں کا۔ "ہالے ہولے سے بڑبڑائی تھی۔"

کچھ کہا تم نے؟ "ثمامہ نے بھنویں اچکائی تھیں۔"

نن ____ نہیں میں تو کہہ رہی تھی میں بس مارک کرنے لگی ہوں۔ "جلدی" جلدی بولتے وہ کتاب پہ جھک گئی اور ثمامہ اس کے جھکے سر کو دیکھنے کے بعد اس کی دوسری بکس اٹھا کے انہیں دیکھنے لگا تھا۔

آپکو نہیں لگتا اب ہمیں ہالے کے بارے میں کچھ سوچنا چاہیے؟ "کھانے اور چائے کے دور بعد سب نے کچھ دیر ٹی وی دیکھا اور پھر سب سونے کے لیے

اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ سیف صاحب آتے ہی آج کے دن کے حساب کتاب میں لگ گئے تھے جبکہ راحیلہ بیگم بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے ہالے کے بارے میں سوچنے میں مصروف ہو گئی تھیں۔ اور پھر اچانک ہی سیف صاحب کو مخاطب کرتے یہ سوال پوچھا تھا۔ جس پہ سیف صاحب نے رسیدوں سے نظریں ہٹا کے انہیں دیکھا تھا۔

مطلب کیا سوچنا چاہیے؟ "اک نظر انہیں دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ اپنے کام میں" مصروف ہو گئے تھے۔

اس کی شادی کے بارے میں اور کس بارے میں۔ "سیف صاحب کی بے توجہی" پہ وہ جی بھر کے بدمزہ ہوئی تھیں۔

اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے۔ "رسیدوں کو الٹ پھلٹ کے" دیکھتے انہوں نے بات ہوا میں اڑائی تھی۔

ابھی سے کوششیں شروع کریں گے تو ہی اس کی پڑھائی مکمل ہونے تک کچھ ہو" "گا۔ اپنی بیٹی کے لچھنوں سے آپ بھی تو واقف ہیں۔

کیا مطلب ہے اس بات کا؟ "اب کی دفعہ سیف صاحب نے ان کی طرف" دیکھتے سخت لہجے میں پوچھا تو راحیلہ بیگم کو اپنے الفاظ کا احساس ہوا تھا۔

میرا مطلب ہے آپ جانتے تو ہیں، اس کا مزاج لاابالی سا ہے۔ "کسی بات کو" سرے سے سنجیدہ لیتی ہی نہیں اور نہ ہی اس کا کچن کے کاموں کی طرف اس کا

کوئی دھیان ہے۔ ایسے رشتے تو نہیں ملتے بس لوگ باتیں بناتے ہیں۔ "راحیلہ بیگم نے ہڑبڑاتے اپنی بات کی وضاحت کی تھی۔

تو ہمیں کیا ضرورت ہے لوگوں کی فضول باتیں سننے کی، ہمارے گھر میں لڑکا" موجود تو ہے۔ "راحیلہ بیگم کی وضاحت پہ انہوں نے واضح اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ جس پہ راحیلہ بیگم کو خوشی بھی ہوئی کیونکہ ان کی اپنی یہی خواہش تھی۔ مگر وہ ساتھ ہی تشویش کا شکار بھی ہوئی تھیں۔

یہ خواہش میری بھی ہے مگر ہم اپنی بیٹی ان پہ مسلط تو نہیں کر سکتے نا، بھابھی" نے کبھی اس موضوع پہ کوئی بات نہیں کی۔ "انہوں نے اپنا خدشہ سیف صاحب سامنے رکھا تو وہ بھی سوچ میں پڑ گئے تھے۔

بھابھی نے نہیں کی تو کیا ہوا، ثمامہ ماشاءاللہ بہت فرمانبردار بچہ ہے۔ میرے اک" دفعہ کہنے کی دیر وہ بغیر کوئی دوسری بات کہے جھٹ سے ہاں کر دے گا۔ "سیف صاحب کے لہجے میں تفاخر اور مان بول رہا تھا۔

وہ میں بھی جانتی ہوں مگر اس طرح تو وہ یہ سمجھے گا کہ چچا اپنے کیے احسانات کا" بدلہ یوں لے رہا ہے۔ آپ جانتے تو ہیں بھائی صاحب کی وفات کے بعد سے وہ کتنا حساس ہو گیا ہے۔ "راحیلہ بیگم نے اک اور پہلو ان کے سامنے رکھا تو وہ سوچ میں پڑ گئے تھے۔

اچھا چلو اک دفعہ کسی بہانے بھابھی سے بات کرنے کی کوشش کرنا اور دیکھنا وہ" کیا خیالات رکھتی ہیں۔ پھر اسی کے مطابق فیصلہ کریں گے، باقی جو ہم سب کے

حق میں بہتر ہو اللہ وہی کرے۔" سیف صاحب کی بات راحیلہ بیگم کے دل کو بھی لگی تھی۔

وہ بیٹی والی تھیں خود کو اور اپنی بیٹی کو بے مول نہیں کر سکتی تھیں۔ اس لیے انہیں سیف صاحب کے خیالات اچھے لگے تھے۔ اور انھوں نے کچھ سوچ بھی لیا تھا۔ اور اس سوچ پہ عمل درآمد کرنے کا ارادہ ان کا کل ہی تھا۔

دو تین دن ایسے ہی گزر گئے راحیلہ بیگم بس موقعے کی تلاش میں ہی رہیں۔ مواقع تو ویسے انہیں بہت ملے تھے مگر عصمت بیگم سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں جٹا پا رہی تھیں۔ نا سننے کا ڈر انہیں کچھ بولنے نہیں دے رہا تھا، مگر بات تو شروع کرنے ہی تھی۔ ابھی بھی دوپہر کا کھانا بنا کے دونوں خواتین لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

ہالے یونیورسٹی، ثمامہ پولیس سٹیشن اور سیف صاحب دکان پہ تھے۔ یہ موقع راحیلہ بیگم کو بہتر لگا تو انہوں نے بات کرنے کی ٹھانی تھی۔

بھابھی میں سوچ رہی تھی کسی رشتے والی کو ہالے کے لیے رشتہ ڈھونڈنے کا" کہوں۔ "باتوں ہی باتوں میں انہوں نے کہا اور ساتھ ہی کن اکھیوں سے ان کے تاثرات بھی جانچے تھے، جنھوں نے چونک کے انہیں دیکھا تھا۔

اتنی بھی کیا جلدی ہے راحیلہ ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے۔ "انہوں نے بھی لگ" بھگ سیف صاحب کی بات کو دہرایا تھا۔

ہاں لیکن بھابھی آپ یہ بھی تو دیکھیں آج کل اچھے رشتے ملنا کتنے مشکل ہیں" ابھی سے تلاشنا شروع کریں گے تو ہی تو کوئی بات بنے گی۔ اور ہالے کو بھی تو آپ

جانتی ہیں نا وہ کس مزاج کی ہے۔ اس کی ماں ہونے کے ناطے اس کے مستقبل کے لیے فکرمند ہوں۔ "راحیلہ بیگم کے لہجے میں فکر اور تشویش تھی۔

اچھا چلو جیسے تمہیں بہتر لگے ویسے ہی کرو "عصمت بیگم کی بات نے راحیلہ بیگم" کو مایوس کیا تھا۔ مگر جلد ہی خود کو سنبھالتے انھوں نے بات ہی بدل دی تھی۔

پھر اس کے بعد سارا دن راحیلہ بیگم بجھی بجھی ہی رہی تھیں۔ خوامخواہ ہالے کو بھی جھاڑ دیا تھا اور وہ ہکابکا بس انہیں دیکھتی ہی رہی تھی۔ ثمامہ سے پڑھنے کی وجہ سے وہ کمرہ بند کر کے بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی، اس لیے بس صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گئی تھی۔ رات کو سونے سے پہلے راحیلہ بیگم نے ساری بات سیف صاحب کے گوش گزار دی تھی۔ ان کے چہرے پہ بھی فکر کی پرچھائیاں لہرائی تھیں۔

"تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو، شاید وہ ثمامہ سے پہلے بات کرنا چاہ رہی ہوں۔" سیف صاحب نے ان سے زیادہ خود کو تسلی تھی۔

اب ایسی بھی بات نہیں ہے سیف اگر انہوں نے ہالے کو ثمامہ کے لیے سوچا" ہوتا تو وہ کوئی اشارہ دیتیں، مگر انہوں نے جیسے تمہاری مرضی کہہ کے بات ختم کر دی۔ آپ جو کہہ رہے ہیں وہ خود کو جھوٹی تسلی دینے والی ہی بات ہے۔ "راحیلہ بیگم کی بات میں دم تھا، اس لیے سیف صاحب بھی بس گہری سانس بھر کے رہ گئے تھے۔

اچھا چلو پھر جیسے تمہیں بہتر لگے وہ کر لو۔ "سیف صاحب سب کچھ ان کے" ذمے کرتے کروٹ بدلتے آنکھ موند گئے تھے۔ اور راحیلہ بیگم بھی مختلف تانے بانے بننے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

،عبدالرحمن صاحب اور سیف صاحب دو ہی بھائی تھے۔ والدین حیات نہیں تھے دونوں اپنی زندگی میں ہی دونوں کی شادی کر گئے تھے۔ عبدالرحمن صاحب کی اپنی پھوپھی زاد عصمت بیگم سے شادی ہوئی تھی۔ اور سیف صاحب کی خالہ زاد راحیلہ بیگم سے، دونوں کی شادیاں آگے پیچھے ہی ہوئی تھیں۔ سیف صاحب کی اپنی کپڑوں کی دکان تھی جبکہ عبدالرحمان صاحب فیکٹری میں مشین آپریٹر تھے۔

عصمت بیگم کو شادی کے سال بعد ہی اللہ نے ثمامہ سے نواز دیا تھا۔ مگر راحیلہ بیگم اور سیف صاحب کو شادی کے چھ سال بعد اللہ نے ہالے سے نوازا تھا۔ دونوں ہی گھر بھر کے لاڈلے تھے۔ ڈبل سٹوری گھر کے اوپر والے پورشن میں سف صاحب اپنی فیملی سمیت رہتے تھے۔ اور نیچے والے پورشن میں عبدالرحمن صاحب اور ان کی فیملی رہتی تھی۔

زندگی میں راوی چین ہی چین تھا، مگر عبدالرحمن صاحب کی اچانک موت نے سب کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ ان کی موت دل بند ہونے کی وجہ سے ہوئی تھی، ان کی ناگہانی موت نے سب کو غم کی لپیٹ میں لیا تھا۔ مگر ان کی موت کا سب سے زیادہ اثر ثمامہ پہ ہوا تھا۔ وہ ان سے حد سے زیادہ اٹیچ تھا اس لیے ان کی موت کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

پہلے پہل تو کچھ عرصہ اس نے اس بات کو قبول ہی نہیں کیا کہ وہ نہیں رہے ہیں۔ پھر جیسے اس نے ان کی موت قبول کر لیا وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ نہ کسی کے ساتھ بات کرتا اور بات بات پہ غصہ کرنا اس کی عادت میں شامل ہو گیا تھا۔ زیادہ تر اسے کے غصے کا نشانہ ہالے ہی بنتی تھی، اسی بنا پہ وہ اس سے جتنا ممکن ہوتا فاصلہ رکھتی تھی۔

عبدالرحمن صاحب کی وفات کے بعد راحیلہ بیگم اور سیف صاحب نے دونوں ماں بیٹے کا ہر طرح خیال رکھنے کی کوشش کی تھی تا کہ ان دونوں کو عبدالرحمن صاحب کی کمی محسوس نہ ہو۔ اس نے بی بی اے کرنے کے بعد سی ایس ایس کا امتحان کلئیر کیا اور اب وہ پولیس میں اپنی سروسز دے رہا تھا۔

اگر سیف صاحب نے بہت کچھ کیا تھا اس کے لیے تو بدلے میں ثمامہ کے لیے بھی ان کی ہر بات حرفِ آخر ہوتی تھی۔ جیسے عبدالرحمن صاحب کہتے وہ ویسا ہی کرتا۔ مگر وہ اس کا غصہ نہ کم کر سکے وقت کے ساتھ ساتھ سنجیدگی اور غصہ اس کی ذات کا حصہ بن گئے تھے۔

ہالے کو ثمامہ سے پڑھتے ہوئے کافی دن گزر گئے تھے۔ اور اس کی جان سولی پہ ٹنگی ہوئی تھی۔ اتنی سخت تو یونی میں پروفیسر نہیں ہوتے تھے جتنا سخت ثمامہ تھا۔ آج بھی وہ معمول کے مطابق بکس سمیت نیچے آئی اسی وقت عصمت بیگم کے پاس ثمامہ کی کال آئی کہ اک کیس کی وجہ سے وہ لیٹ گھر آئے گا۔ یہ سنتے ہی ہالے کی تو گویا عید ہو گئی تھی۔

کم از کم اک دن تو اس جلاد سے جان چھوٹی تھی۔ اسی خوشی میں اس نے موی دیکھنے کا پلان بنایا تھا کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے لیپ ٹاپ سمیت اپنے کمرے میں گھس گئی تھی۔ موی جب عین کلائمکس پہ پہنچی تو اسے چائے پینے کی طلب ہوئی تو اس نے وہی موی سٹاپ کی کہ چائے بنا کے اینڈ چائے کے ساتھ مزے لیتے دیکھے گی۔ چائے بس بن ہی چکی تھی جب اسے ثمامہ کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ اس نے جلدی سے چائے چھان کے کپ میں انڈیلی اور کپ سمیت تیزی سے وہاں سے غائب ہونا چاہا تھا۔

سنو،،، "!ابھی وہ سیڑھیوں کے پاس ہی پہنچی تھی کہ اس کی بھاری گھمبیر آواز" سن کے وہی کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔ دل ہی دل میں اپنی اس ٹائم چائے پینے کی خواہش پہ خود کو جی بھر کے کوسا تھا۔

جی "اس کے حلق سے مری مری آواز نکلی تھی۔"

مجھے بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو دو "اسے کہہ کے خود کچن میں داخل ہوا اور" فریزر کی طرف بڑھا تھا وہاں سے پانی کی بوتل نکالی اور سٹینڈ سے گلاس لے کر وہی پڑے ڈائننگ ٹیبل کی اک کرسی کھینچ کے بیٹھ گیا تھا۔

جبکہ دوسری طرف اس کی فرمائش سن کے اس کی سانس حلق میں اٹک گئی تھی اور مرے مرے قدموں سے وہ اس کے پیچھے کچن میں داخل ہوئی اور فریج سے سالن کا ڈونگا نکالا اسے اوون میں رکھتے ٹائم سیٹ کیا تھا۔

سالن تو وہ پہلے کا بنا کھا لیتا تھا مگر پھلکے اسے تازہ تازہ ہی چاہیے ہوتے تھے اور وہ اسی بات کو لے کر ہلکان ہو رہی تھی کہ اس جیسی پھوہڑ لڑکی جسے بس چائے بنانی آتی تھی وہ تازہ پھلکے کیسے بنائے؟

اس نے کن اکھیوں سے اس کھڑوس کو دیکھا جو کرسی کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا موبائل یوز کر رہا تھا۔ اسے موبائل میں مصروف دیکھ کر اس نے جلدی سے سالن پلیٹ میں نکالا تھا اس کا ارادہ اس کھڑوس کے سر اٹھانے سے پہلے کھانا اس کے سامنے رکھ کے وہاں سے کھسکنے کا تھا۔

"میں تازہ روٹی کھاؤں گا۔" اس کی آواز سن کے ہاٹ پارٹ اٹھاتی وہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔ اور ڈرتے ڈرے پیچھے مڑ کے دیکھا تھا جہاں وہ سنجیدگی سے اسے ہی

دیکھ رہا تھا اور اس کے متوجہ ہونے پہ اس نے دوبارہ اپنی نگاہیں موبائل پہ جما لی تھیں۔

اس کی بات سن کے اس نے تھوک نگلتے فریج سے آٹے والا باؤل نکالا تھا اور چولہے پہ توا رکھتے گیس آن کی اس کے بعد باؤل سے آٹا لیتے الٹا سیدھا پیڑا بنا ہی لیا تھا۔

اس سے اگلا کام اسے بیلنے کا تھا آٹا فریج میں پڑا تھا۔ اس کی لیے وہ ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے سخت تھا اور اس سے روٹی بیلی ہی نہیں جا رہی تھی روٹی بیلتے وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

کاش ماما کی باتیں اک کان سے سن کے دوسرے کان سے نہ نکالتی آج یہ دن" تو نہ دیکھنا پڑتا، اس کھڑوس نے روٹی دیکھنے بعد جن نظروں سے مجھے دیکھنا ہے بس وہ مجھے اوپر پہنچانے کے لیے کافی ہوں گی۔ "روٹی بیلتے ہوئے وہ ہلکی آواز میں بڑبڑائی تھی۔

پھر جیسے تیسے کرتے وہ دو تین روٹیاں بنانے میں کامیاب ہو ہی گئی تھی۔ مگر ان کو دیکھنے کے بعد شرمندگی کے مارے اس کا دھاڑیں مار مار کے رونے کا دل کر رہا تھا روٹیاں گول ہونے کی بجائے تین کونوں والی تھیں اچھی طرح نہ بیلنے کی وجہ سے سائیز میں بلکل چھوٹیں اور کناروں اور درمیان سے بہت موٹی تھیں۔

مگر جلد ہی اپنی شرمندگی پہ دو حرف بھیجتے اس نے روٹیاں ہارٹ پارٹ میں رکھیں اور ہارٹ پارٹ بند کرتے اسے سالن سمیت ٹیبل پہ اس کے سامنے رکھتے اس نے وہاں سے بھاگنے کو تھی۔

رکو مجھے چائے بھی بنا کر دو میں کھانے کے بعد چائے لازمی پیتا ہوں "اس کے" ارادے پہ پانی پھیرتے اس نے اسے حکم سنایا تھا اک لمحے کو اس کی دھڑکن سست پڑی تھی اور گلے کی گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

ایسے حکم چلا رہا ہے جیسے میں اس کی ملازم ہوں یا اللہ کسی طرح اس جلاد سے بچا" لے۔ "غصے سے شروع کی گئی بات اختتام تک پہنچنے تک بے بسی میں ڈھل گئی تھی۔

واپس مڑتے اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس بھرا اور قدم کاؤنٹر کی طرف بڑھائے تھے ارادہ اپنے لیے بنائی گئی چائے اسے دینے کا تھا اور ساتھ ہی ساتھ دل میں کاؤنٹ ڈاؤن سٹارٹ کیا تھا۔

یہ کیا ہے؟ "اس نے ابھی ٹین اور نائین ہی بولا تھا کہ اس کی غصے سے بھرپور" آواز گونجی تھی اس نے مڑ کے دیکھا تو وہ روٹی ہاتھ میں پکڑے سخت غصے سے اسے ہی گھور رہا تھا۔

روٹی ہے "اس نے معصومیت سے جواب دیا تھا۔"

اسے روٹی کہتے ہیں؟ "اس کا بس نہیں چل رہا تھا سامنے کھڑی اس ڈھیٹ لڑکی" کو اٹھا کے کہی پھینک دے جو اپنے بنائے گئے شاہکار کو روٹی کا نام دے رہی تھی۔

شرم آنی چاہیے تمہیں یونیورسٹی میں پہنچ گئی ہو تم اور ابھی تک تمہیں روٹی بنانی" نہیں آتی زندگی میں آگے کیا کرو گئی تم؟ کھاؤ اسے اب تم ہی۔ "غصے پھنکارتا اس پہ اک سخت نظر ڈال کے وہ کچن سے نکل گیا تھا۔ کیونکہ بھوک تو اس کے شاندار شاہکار کو دیکھ کے ہی مر گئی تھی اس کے جاتے اس نے اک گہری سانس بھری تھی، اور چیئر پہ ڈھیر ہو گئی تھی آج تو وہ سستے میں ہی چھوڑ گیا تھا۔

اگر اتنے ہی نخرے کرنے تھے تو لاٹ صاحب خود ہی بنا لیتے میرا ایویں وقت" برباد کیا چائے بھی ڈھنڈی ہو گئی میری۔ "کچھ دیر بعد خوف کے حصار سے نکلتے وہ

بڑبڑائی تھی۔ اور سالن اٹھا کے فریج میں رکھا ہارٹ پارٹ کاونٹر پہ رکھا چائے دوبارہ گرم کرتے مگ میں انڈیل کے گنگناتے ہوئے کچن کی لائیٹ آف کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

راحیلہ بیگم نے ہالے کو بتائے بغیر رشتے والی کو رشتہ ڈھونڈنے کا کہہ دیا تھا۔ اور کچھ ہی دنوں میں رشتے والی نے گرین سگنل دے بھی دیا تھا۔ راحیلہ بیگم نے سیف صاحب اور عصمت بیگم سے مشورہ کرنے کے بعد انہیں سنڈے کو آنے کا بول دیا تھا۔

ہالے کو عین سنڈے والے دن راحیلہ بیگم نے رشتے کا بتایا اور تیار ہونے کا کہا تھا۔ جبکہ ہالے حیران پریشان کتنی ہی دیر ان کی شکل دیکھتی رہی تھی، پھر اس نے راحیلہ بیگم کی لاکھ منتیں کی مگر انہوں نے اس کی اک نہ سنی اور اسے تیار ہونے کا آرڈر دیا تھا۔

سیف صاحب بھی صبح ہی صبح دکان پہ چلے گئے تھے)ثمامہ گھر پہ تھا اس لیے وہ دکان پہ چلے گئے تھے (ورنہ انہیں ہی کسی نہ کسی طرح مسکا لگا کے اس رشتے کو رکوا سکتی تھی۔ کیونکہ اس کا کہنا تھا یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد اس سب کے بارے میں سوچے گی۔ مگر راحیلہ بیگم ٹھہریں ماں انہوں نے اپنی منوا کے ہی چھوڑی تھی۔

رشتے والے تقریباً دس بجے آئے تھے اور اس سے پہلے راحیلہ بیگم نے اس کا برین اچھی طرح واش کیا تھا۔ اسے اچھی طرح سمجھایا تھا کہ مہمانوں کے سامنے کیا بولنا اور کیا نہیں، ان کی ساری نصیحتوں کو اس نے منہ بناتے ہوئے سنا تھا باقی اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا یہ صرف وہی جانتی تھی۔

مہمانوں میں اک رشتہ کروانے والی عورت تھی اور باقی اس کے ساتھ لڑکے کی ماں اور دو بہنیں تھیں۔ راحیلہ بیگم اور عصمت بیگم نے ان کا اچھی طرح استقبال کیا تھا۔ ان کے کچھ دیر بیٹھنے کے بعد راحیلہ بیگم کے حکم کے مطابق شرم و حیا کی دیوی بنی ہالے چائے لے کے آئی تھی۔

یہ ہے میری بیٹی ہالے۔ "راحیلہ بیگم نے ان عورتوں کو بتایا تو انھوں نے سر" سے پیر تک ہالے کا جائزہ لیا، ان کے انداز پہ ہالے نے دانت پیسے تھے مگر جلد ہی چہرے پہ زبردستی کی مسکان سجالی تھی۔

ویسے کرتی کیا ہو تم؟ "چائے سرو کرنے کے بعد ہالے صوفے پہ بیٹھی تو ان کی" طرف سے پہلا سوال داغا گیا تھا۔

جی پڑھتی ہوں بی بی اے کر رہی ہوں۔ "ہالے نے اک نظر راحیلہ بیگم کو دیکھتے" جواب دیا تھا۔

ویسے اتنا پڑھنے کا کیا فائدہ، شادی کے بعد کرنی تو گھر داری ہی ہوتی ہے۔ پھر" اتنے سال اور پیسے کیوں برباد کرنے۔ "لڑکے کی ماں کی بات پہ ہالے ناگواری سے کچھ کہنا چاہا مگر راحیلہ بیگم نے اس کا ہاتھ دباتے اسے چپ رہنے کا کہا تھا۔

چلو پڑھائی تو کر ہی رہو اس کے ساتھ اور کیا کر لیتی ہو، مثلاً سلائی کڑاہی یا کوکنگ" وغیرہ۔ "اگلے سوال پہ ہالے کا پارہ پھر سے ہائی ہوا تھا۔

جی پڑھائی کے علاوہ جی میں اپنی ماما کے ہاتھ کے پکے لذیذ پکوان کھا لیتی ہوں" جی اور ڈرامے اور مویز دیکھ لیتی ہوں۔ "ہالے نے آنکھیں پٹپٹاتے انہیں انہی کے انداز میں ڈیل کرنا شروع کیا تھا۔ اس کی اس گوہر افشانی پہ راحیلہ بیگم نے پریشانی سے اک دفعہ پھر اس کا ہاتھ دبایا تھا مگر اس نے سرے سے ہی اسے نظرانداز کر دیا تھا۔

کیا مطلب تمہیں کھانا بنانا نہیں آتا؟ "لڑکے کی ماں نے تیوری چڑھاتے سوال کیا" تو ہالے نے نہایت معصومیت سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اگر کچھ آتا ہی نہیں تو تمہاری ماں کو کیا پڑی ہے تمہاری شادی کروانے کی، پہلے" گھرداری تو سکھا لیتی پھر رشتے والی کو کہتی، ہمارا ٹائم اتنا فالتو نہیں کہ پھوہڑ لوگوں کے گھر آکر ضائع کریں۔ "لڑکے کی ماں کے ہتک آمیز لہجے پہ ہالے سمیت راحیلہ بیگم اور عصمت بیگم کے چہروں پہ سرخی چمکی تھی۔

آپ لوگ اپنی حد میں رہیں، آپ یہاں اپنی بہو کی تلاش میں آئی ہیں نا کہ کام" والی کی۔ "اس سے پہلے کہ ہالے ان پہ پھٹتی ثمامہ کی سرد آواز ڈرائنگ روم میں

گونجی تھی جس پہ سب کی گردنیں اس کی طرف گھومی تھیں۔ راحیلہ بیگم کی آنکھوں میں نمی دیکھ کے اس کے غصے کا گراف بڑھا تھا۔

ثمامہ کب سے لاؤنج میں بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ چچا کی غیر موجودگی میں ان لوگوں کا جائزہ لینا چاہتا تھا کہ وہ کیسے لوگ ہیں۔ پہلے تو ان کے عجیب و غریب سوالات پہ اسے حیرانگی ہوئی تھی۔ مگر ان کی آخری بات پہ اسے شدید تپ چڑھی تھی اور خود پہ قابو نہ پاتے وہ ڈرائنگ میں آن وارد ہوا تھا۔

تم کون ہو؟ "لڑکے کی ماں نے بگڑے تیوروں سے سوال کیا تھا۔ اتنا تو وہ جانتی" تھیں کہ وہ ہالے کا بھائی نہیں ہے۔ کیونکہ رشتے والی نے انہیں بتایا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے اور لڑکی کے باپ کی اپنی ذاتی کپڑوں کی دکان

ہے۔ اسی لالچ میں وہ یہاں آئی تھیں۔ مگر اپنے منہ سے نکل چند الفاظ کی وجہ سے وہ گیم الٹ چکی تھیں۔

"میں جو بھی ہوں آپ کو اس بات سے مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ آپ یہاں لڑکی دیکھنے آئے ہیں تو اس کی سیرت دیکھیں اس کا چال چلنا کیسا ہے یہ دیکھیں۔ وہ آپ سے کیسے بات کرتی ہے یہ دیکھیں۔ باقی چیزیں تو ثانوی ہیں۔" ثمامہ کے سرد انداز پہ ان سب کی زبان تالو سے چپکی تھی۔

"مگر ہم ثانوی چیزوں پہ فوکس کرتے ہیں، لڑکی کی سیرت اور کردار کیسا ہے ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ ہمیں اس بات سے مطلب ہوتا ہے کہ وہ گوری ہے یا کالی ہے، اسے کیا آتا ہے کیا نہیں، اس کے کام کرنے کی کیپیسٹی کتنی

ہے۔ جیسے وہ کوئی لڑکی نہیں کوئی مشین یا دکان میں رکھی کوئی چیز ہے جسے آپ خرید کے لے جانا چاہ رہے ہیں۔ "وہ پل بھر رکا تھا۔

"لڑکی نے ساری زندگی آپ لوگوں کی ہی خدمت کرنی ہوتی ہے آپ لوگوں کو ہی نت نئے کھانے بنا کے کھلانے ہوتے ہیں۔ تو اس میں کیا خرج ہے کہ وہ یہ سارے کام سسرال میں جا کر سیکھ لے؟ دنیا کی کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ لڑکی کو ہر ہنر اپنے ماں باپ کے گھر سے سیکھ کے جانا چاہیے یا وہ سسرال جا کے کچھ سیکھ نہیں سکتی؟ "ثمامہ نے کچھ نکات ان کے سامنے رکھے تھے مگر ان کے چہروں سے ایسا لگ رہا تھا کہ ان پہ ان ساری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہونے والا تھا۔

تم جو اتنی بڑی تقریر کر رہے ہو، اگر تمہارے نزدیک ان سب کی باتوں کی کوئی" اہمیت نہیں تو تم ہی اس سے شادی کر لیتے نہ، کیونکہ ہمیں اتنا تو پتہ ہے لڑکی کا کوئی بھائی نہیں ہے۔ "ان کی بات پہ ثمامہ کا کھولتا خون مزید کھولا تھا۔

اگر چچا جان کہتے تو کر بھی لیتا، کم از کم آپ جیسے کم ظرف لوگ یہاں تو نہ بیٹھے" ہوتے۔ "راحیلہ بیگم اور عصمت بیگم نے کچھ حیرانگی سے ثمامہ کو دیکھا تھا جبکہ ہالے پورا منہ اور پوری آنکھیں کھول کے اسے دیکھا اور دل ہی دل میں استغفار کیا تھا۔

جاؤ میاں اب بس اپنا بھرم رکھنے کے لیے لمبی لمبی مت چھوڑو۔ "انہوں نے" جس لہجے میں کہا وہ ثمامہ کو آگ لگا گیا تھا۔ اس نے سیکنڈز میں فون نکال اور

سیف صاحب کا نمبر ملایا تھا۔ ان خواتین سمیت اس کے گھر کی خواتین نے بھی تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

السلام علیکم چچا جان آپ اک نکاح خواں اور اک دو گواہ کے ساتھ جلدی گھر آئیں۔ "اس کی غیر متوقع بات پہ سب کی آنکھیں حیرانگی سے بڑھی ہوئی تھیں۔ جبکہ ہالے کا دل کسی انہونی کے تحت بڑے زور سے دھڑکا تھا۔

کیا مطلب؟ کیا کہہ رہے ہو ثمامہ؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ "دوسری طرف سے" سیف صاحب کی حیران پریشان سی آواز آئی تھی۔

"مطلب میں آپ کو سمجھا دوں گا بس آپ وہ کر دیں جو میں کہا ہے۔"

مگر ثمامہ،،، "انھوں نے کچھ کہنا چاہا۔"

آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہے نا؟ "ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ بیچ میں بولا" تھا۔

ہاں۔ "یک لفظی جواب آیا تھا۔"

تو بس آپ نکاح خواں سمیت جلدی گھر آئیں۔ "انہیں کہہ کے مزید کچھ کہے بغیر" اس نے کال کٹ دی اور وہی موجود اک کرسی کھینچ کے بیٹھ گیا تھا۔ اس کے تیور دیکھ کے ان عورتوں نے وہاں سے کھسکنا چاہا تھا۔

جہاں بیٹھی ہیں وہی بیٹھی رہیں۔ "ثمامہ کی سرد آواز پہ وہ اپنی اپنی جگہ ساکت ہو" گئی تھیں۔

کچھ ہی دیر میں پریشان سے سیف صاحب نکاح خواں اور گواہوں سمیت گھر آئے تھے۔ انہیں لاؤنج میں بیٹھا کے وہ خود ڈرائینگ روم میں آئے تھے جہاں سب بیٹھے تھے۔ ان کے کچھ بھی پوچھنے سے پہلے ثمامہ کی آواز گونجی تھی جو سب کو ساکت کر گئی تھی۔

میں ہالے سے نکاح کرنا چاہتا ہوں ابھی اور اسی وقت۔ "یہ وہ الفاظ تھے جو" سیف صاحب اور راحیلہ بیگم کے سینے میں ٹھنڈ بن کے اترے تھے جبکہ ہالے کے سر پہ کسی بمب کی طرح پھٹے تھے اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ثمامہ کو دیکھا تھا۔

وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ مہمان اور یہ اچانک نکاح۔ "جلد ہی خوشگوار حیرت سے" نکلتے سیف صاحب نے چہرے پہ الجھن لیے سوال کیا تھا۔ جس کے جواب میں ثمامہ نے سارا قصہ ان کے گوش گزارا جس پہ سیف صاحب نے بھی ان خواتین کو اخت نظروں سے دیکھا تو وہ اپنی جگہ چور سی بن گئی تھیں۔

پھر سیف صاحب نے بنا کسی اعتراض کے ان کے نکاح پڑھوایا تھا۔ اس سارے قصے کے دوران ہالے بس سکتے کی ہی کیفیت میں بیٹھی رہی تھی۔ نکاح کے وقت سیف صاحب نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تو اس نے نظریں اٹھا کے انہیں دیکھا۔ ان کی نگاہوں میں واضح التجا دیکھتے اس نے بمشکل تین دفعہ قبول ہے کہا اور دستخط کر دیے تھے۔ نکاح ہوتے ہی ہر طرف مبارک سلامت کا شور اٹھا تھا۔

لیں منہ میٹھا کریں اور آئندہ اگر کہیں رشتے ڈھونڈنے جائیں تو آج کا واقعہ ذہن" میں ضرور رکھیے گا۔ ورنہ یہ نہ ہو آپ یونہی دوسروں کے نکاحوں میں گواہ بنتی رہیں اور آپ کا اپنا بیٹا کنوارہ رہ جائے۔ "ثمامہ کچن سے جا کر کیک لایا اور ان خواتین کے سامنے کرتے جس انداز میں کہا وہ اپنی جگہ شرمندہ ہو کے رہ گئیں۔ اور بغیر کیک کو دیکھے وہ اک سیکنڈ میں وہاں سے غائب ہوئی تھیں۔ ان کے جاتے کب سے بت بنی ہالے میں بھی حرکت ہوئی تھی۔

میرا نکاح اس کھڑوس سے؟ "وہ دھیمے سے بڑبڑائی اور اک طرف کو لڑھک گئی۔" سب پریشانی سے اس کی طرف بڑھے جبکہ ثمامہ اک نظر اسے دیکھنے کے بعد نکاح خواں اور گواہوں کو لیے وہاں سے نکل گیا تھا۔

نکاح خواں اور گواہوں کو چائے پلوا کے بھیجنے کے بعد ثمامہ سیدھا اپنے روم میں آیا تھا۔ اور آتے ہی بیڈ پہ سیدھا لیٹ گیا تھا جبکہ پاؤں بیڈ سے نیچے لٹک رہے تھے۔ ثمامہ نے دونوں آنکھیں بند کرتے اپنے دونوں ہاتھوں سے کنپٹیوں کو دبایا تھا۔ وہ جذباتی بندہ نہیں تھا ہر کام سوچ سمجھ کے کرنے والا تھا جانے آج کیسے جذباتیت کا مظاہرہ کر گیا تھا۔

شاید اپنی ماں جیسی چچی کی آنکھوں میں آنسو اور ان کی تربیت پہ اٹھتے سوال وہ برداشت نہیں کر پایا تھا۔ اور جو فیصلہ کرنے میں اسے عام حالات میں شاید وقت لگتا، آج وہ فیصلہ وہ سیکنڈز میں کر گیا تھا۔ جس لڑکی کو ہمیشہ ماتھے پہ بل ڈال کے دیکھا تھا وہ آج اس کی بیوی بن کے بیٹھی تھی۔

یہ بات دماغ میں آتے ہی اس کا دھیان ہالے کی طرف گیا تھا، اور ساتھ ہی اس کا بے ہوش ہونا یاد آیا تو اس کے ماتھے پہ اک بل پڑا تھا۔ جانتا تھا وہ اس سے بہت ڈرتی ہے اور ہمیشہ اس سے بھاگنے کی ہی سوچتی رہتی ہے۔ ابھی ثمامہ نے اسے بھی ہینڈل کرنا تھا۔ یہ سب سوچتے اس کا دل مکدر ہوا تھا۔ کچھ دیر ویسے ہی لیٹے رہنے کے بعد وہ شاور لینے کے ارادے سے اٹھا تاکہ دماغ تھوڑا فریش ہو سکے۔

ہالے کو جب سے ہوش آیا تھا، وہ بس روئے جا رہی تھی۔ سیف صاحب تو اسے ہوش آتے دیکھ کے موبائل لے کے وہاں سے نکل گئے تھے تاکہ وہاں موجود ورکرز کو ہدایات دے سکیں کیونکہ اب ان کا ارادہ واپس دکان جانے کا نہیں تھا۔ جبکہ راحیلہ اور عصمت بیگم اسے چپ کروانے میں مصروف تھیں۔

ہالے اب بس بھی کرو کون سا ظلم کا پہاڑ توڑ دیا ہے ہم نے تم پہ۔ "اسے چپ" نہ کرتے دیکھ راحیلہ بیگم نے زرا سختی سے اسے سرزنش کی تھی۔

آپ جیسی ظالم ماں میں نے کہیں نہیں دیکھی، پہلے مجھے بتائے بغیر رشتے والوں" کو بلا لیا اور پھر آناً فاناً نکاح بھی کر دیا وہ بھی اس جلاد سے۔ "ہالے نے روتے ہوئے ان کے ظلم گنوائے تو اس کی آخری بات پہ عصمت بیگم کی موجودگی کی وجہ سے راحیلہ بیگم نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔

تو میرا بچہ تمہیں اسے جلاد سے انسان بنا لینا نہ اب تو شوہر ہے تمہارا۔ "راحیلہ" بیگم کے کچھ بولنے سے پہلے عصمت بیگم نے کہا ان کے لہجے میں ہلکی سی شرارت کی بھی رمق تھی۔ جسے محسوس کرتے راحیلہ بیگم کے چہرے پہ بھی

مسکراہٹ چمکی تھی۔ جبکہ ثمامہ کو اپنا شوہر تصور کرتے ہالے کے آنسوؤں میں اضافہ ہوا تھا۔

"یہاں کوئی مجھ سے پیار ہی نہیں کرتا، مجھے شیر کی کچھار میں پھینک کے خود سارے سارے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ "ہالے روتے ہوئے وہاں سے اٹھ کے بھاگتے ہوئے اپنے پورشن میں چلی گئی تھی۔ ثمامہ کے ساتھ ساری زندگی گزارنے کا سوچ کے ہی اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ اس کی گوہر افشانی پہ راحیلہ بیگم نے گھبرا کے عصمت بیگم کو دیکھا تھا۔ جو بھی تھا وہ تھیں تو ثمامہ کی ماں کہیں برا ہی نہ منا جاتیں۔

"میں نے برا نہیں منایا اور فکر مت کرو راحیلہ آہستہ آہستہ دونوں ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ "راحیلہ بیگم کی نظریں خود پہ محسوس کرتے عصمت بیگم نے انہیں

،تسلی دی تو وہ زبردستی مسکرائی تھیں۔ انہیں عصمت بیگم کا رویہ الجھا رہا تھا انہوں نے کبھی ہالے کو لے کے کوئی خواہش ظاہر نہیں کی تھی۔ اس کے رشتے کا سن کے بھی انہوں نے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا تھا، اور اب نکاح کے بعد بھی ان کا رویہ نارمل تھا۔ اور یہ سب باتیں راحیلہ بیگم کو الجھا رہی تھیں اور وہ چاہ کے بھی عصمت بیگم سے پوچھ نہیں پا رہی تھیں۔

دوپہر کے کھانے پہ تقریباً سبھی موجود تھے سوائے ہالے کے، جو نکاح کے بعد سے کمرے میں بند تھی۔ دو تین دفعہ راحیلہ بیگم اس کے کمرے میں گئی تھیں مگر اس نے نہ تکیے میں سر نکالا اور نہ ہی ان کی کسی بات کا جواب دیا۔ اور پھر وہ

اسے کھانے کے لیے بھی بلانے آئی تھیں جس پہ اس نے صاف انکار دیا تو راحیلہ بیگم نے بھی زیادہ اسرار کرنے کی بجائے اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیا تھا۔

"ہالے نہیں آئی کھانے کے لیے؟ "اس کی غیر موجودگی پہ سیف صاحب نے راحیلہ بیگم سے سوال کیا تھا۔

"میں بلانے گئی تھی وہ کہتی ہے بھوک نہیں ہے۔ "راحیلہ بیگم کے جواب پہ سیف صاحب نے بس سر ہلایا، انہوں نے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"وہ بھابھی میں شرمندہ ہوں، ثمامہ کے کہنے پہ نکاح کروا دیا۔ آپ سے اک بار نہیں پوچھا نہ میں نے اور نہ ثمامہ نے۔ "سیف صاحب نے شرمندگی سے سر

جھکاتے عصمت بیگم سے کہا تھا۔ ان کیا بات پہ پہلے تو انھوں نے چونک کے سیف صاحب کو دیکھا اور پھر ہولے سے مسکرائی تھیں۔

سیف یہ ثمامہ کے معاملے میں تم کب سے مجھ سے کچھ پوچھنے لگے؟ بچپن سے" تو اسے بیٹے کی طرح سینے سے لگا کے رکھا ہے تم نے۔ "عصمت بیگم کے نرمی سے کہنے پہ سیف صاحب نے سر اٹھا کے انہیں دیکھا تھا۔

ہاں مگر پھر بھی آپ ماں ہیں ثمامہ کی مجھے اک دفعہ تو پوچھنا ہی چاہیے تھا آپ" سے۔ "اسم

بس کر دو سیف نہ ثمامہ تمہارے لیے بیگانہ ہے نہ ہالے میرے لیے، میں تو" شروع سے ہی ہالے کو اپنی بھو بنانا چاہتی تھی۔ ہاں مگر یہ نہیں پتہ تھا کہ ایسے

سب کچھ ہو گا۔ "عصمت بیگم کے الفاظ پہ سیف صاحب اور راحیلہ بیگم نے حیرت و بےیقینی سے پہلے اک دوسرے کو اور پھر عصمت بیگم کو دیکھا تھا۔ جبکہ ثمامہ اس ساری گفتگو میں بس سر جھکائے کھانا کھانے میں ہی مصروف تھا۔

عصمت بیگم نے ان کی حیرانگی اور ان کے دماغوں میں گھومتا سوال اچھی طرح سمجھا تھا۔

ہاں میری شروع سے ہی یہی خواہش تھی، جب راحیلہ نے ہالے کے لیے رشتے والی کو کہا تھا تب میں اسے منع کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس سے پہلے میں اک دفعہ ثمامہ سے بات کرنا چاہتی تھی۔ مگر اُس سے اس موضوع پہ بات کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملا اور رشتے والی نے لڑکا بھی ڈھونڈ لیا۔ "عصمت بیگم نے تفصیلی بات کرتے ان دونوں کی ہر الجھن دور کی تھی۔

اور مجھے یہ بھی تھا کہ تم ثمامہ کو ہی ہر کسی پہ فوقیت دو گے۔ "عصمت بیگم" نے مزید کہا تو ان دونوں کو تھوڑی شرمندگی ہوئی تھی۔

جی بھابھی میں نے بھی ثمامہ کو ہی ہمیشہ اپنے داماد کے روپ میں دیکھا ہے۔" مگر پھر میں نے سوچا کہیں ثمامہ یہ نہ سمجھے کے چچا پالنے پوسنے کے عوض دھونس جما رہا ہے۔ "اس دفعہ ثمامہ نے سر اٹھا کے انہیں دیکھا تھا۔

چچا جان آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں ایسا کچھ کہہ سکتا ہوں۔ میرے دل" میں آپ کا اور چچی کا مقام ڈیڈا اور ماما جیسا ہے۔ "اس کی بات پہ سیف صاحب اور راحیلہ بیگم کے چہرے پہ پیاری سی مسکان آئی تھی۔

جانتا ہوں۔ "سیف صاحب نے شفقت بھری نظروں سے اسے دیکھتے کہا۔"

اچھا اب بس کریں یہ اداسی کی باتیں، ہم نے جو سوچنا ہوتا ہے سوچتے رہ جاتے" ہیں اور ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ ہالے اور ثمامہ کا نکاح ایسے ہی ہونا تھا اور "اللہ کے حکم سے وہ ہو گیا۔ اب ساری باتیں چھوڑ کے بس کھانا کھائیں سب۔

عصمت بیگم کی بات پہ سب مسکراتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

راحیلہ بیگم اور سیف صاحب اللہ کی اس کرم نوازی پہ دل ہی دل میں ان کا شکر ادا کر رہے تھے۔

رات کو ثمامہ آٹھ بجے لاؤنج میں آکر بیٹھ گیا تھا تاکہ ہالے کو پڑھا سکے۔ ہفتے والے دن وہ لیٹ آیا تھا پولیس سٹیشن سے اس لیے ہالے کی چھٹی ہو گئی تھی مگر آج

اس کا ہالے کو چھٹی دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس وقت راحیلہ اور عصمت بیگم کچن میں موجود تھیں جبکہ سیف صاحب اپنے کسی دوست کے ساتھ شام سے نکلے ہوئے تھے۔

وہ لاؤنج میں اکیلا ہی تھا۔ ثمامہ نے دس منٹ انتظار کیا مگر وہ نہ آئی تو اس کے ماتھے پہ بل آئے تھے۔ کچھ دیر مزید انتظار کے بعد وہ اپنی نشست سے اٹھا۔ اس کا رخ سیڑھیوں کے طرف تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر والے پورشن میں آیا اور ہالے کے کمرے کے سامنے جا کے رکا تھا۔ پہلے اس نے دستک دینی چاہی مگر پھر ویسے ہی دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا۔ وہ سامنے ہی بیڈ پہ کمفرٹر میں سر سے پیر تک پیک ہوئی پڑی تھی۔

"ماما مجھے کھانا نہیں کھانا اور نہ ہی مجھے نیچے جانا ہے۔ آپ بار بار کیوں آ رہی ہیں؟" اسے لگا تھا کہ راحیلہ بیگم ہیں کیونکہ وہی دن بھر اس کے روم کے چکر لگاتی رہی تھیں۔ مگر جب اپنی بات کا کوئی جواب نہ ملا تو اس نے منہ سے کمبل ہٹا کے دیکھا اور سامنے کھڑے ثمامہ کو دیکھ کے اس کی سٹی گم ہوئی تھی۔ وہ اک جھٹکے میں کمبل ہٹاتے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

تم آئی کیوں نہیں بکس لے کے میں کب سے ویٹ کر رہا ہوں؟ "ثمامہ نے" ماتھے پہ بل ڈالتے اس کے بولنے سے پہلے سوال کیا تھا۔ ماتھے پہ بل آئے تھے۔

آج بھی؟ "ہالے آنکھیں پھیلائی تھیں۔"

کیوں آج کیا ہے؟ "ثمامہ کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔"

نہیں،،، وہ میرا مطلب ہے،،، وہ نکاح "ہالے کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا" بولے۔

کیوں نکاح کے بعد لوگ پڑھتے نہیں ہیں؟ "ثمامہ کے ماتھے کے بلوں میں مزید" اضافہ ہوا تھا۔

پڑھتے ہیں مگر اپنے جلاد اور کھڑوس شوہروں سے نہیں پڑھتے۔ "ہالے بڑبڑائی" تھی۔

یہ تمہارا منہ ہی منہ میں بڑبڑانا ذہر لگتا ہے مجھے۔ "وہ ناگواری سے بولا تھا۔"

،میں پوری کی پوری ہی ذہر لگتی ہوں آپ کو؟ "اس نے دل ہی دل میں سوچا" زبان سے بول کے اپنی شامت نہیں بولوانا چاہتی تھی۔

بیگ لے کے فوراً نیچے آؤ مجھے اور کوئی بہانا نہیں سننا۔ "اسے منہ کھولتے دیکھ" کے ثمامہ نے ہاتھ اٹھا کے ختمی لہجے میں کہا تو وہ بے بسی سے بیگ اٹھا کے اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔

وہ جتنی بھی شیخیاں بھگار لے ثمامہ کے سامنے اس کی بولتی ہمیشہ بند ہو جاتی تھی۔ اور وہ بیہیو ایسے کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور اس طرح ہالے کو بھی اس کے سامنے احتجاج کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملا تھا۔ راحیلہ بیگم جو اوپر ہی آنے لگی تھیں اپنی بیٹی کو ثمامہ کے پیچھے پھولے منہ اور بیگ سمیت آتے دیکھ کے انہوں نے مسکراہٹ دبائی تھی۔ انہیں پورا یقین تھا ثمامہ ان کی بگڑی بیٹی کو

اچھی طرح سدھار لے گا۔ ان کے پاس سے گزرتے ہالے نے اک شکوہ بھری نگاہ ان پہ ڈالی جسے دیکھ کے بھی وہ انجان بن گئی تھیں۔ جبکہ ہالے بس دانت پیس کے رہ گئی تھی

نکاح والے واقعے کو چار پانچ دن گزر چکے تھے۔ ہالے تو پہلے ہی ثمامہ کے سامنے کم جاتی تھی مگر اب تو وہ ثمامہ کو بس ٹیوشن کے ٹائم پہ ہی نظر آتی تھی۔کہنے کو تو دونوں کا نکاح ہو گیا تھا مگر دونوں ہی نے اس رشتے کے حوالے سے دل میں کوئی جذبہ پنپنے ہی نہیں دیا تھا۔ ثمامہ پولیس سٹیشن میں اتنا مصروف تھا کہ اس رشتے کے بارے میں سوچنے کا ٹائم ہی نہیں ملتا تھا اور ہالے نے اسے جلاد اور کھڑوس سے زیادہ کبھی کچھ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

دوسری طرف عید کی آمد ہی آمد تھی اس لیے عصمت بیگم کا ارادہ عید سے پہلے ہی رخصتی کروانے کا تھا۔ ڈائریکٹ سیف صاحب سے بات کرنے کی بجائے انہوں نے راحیلہ بیگم سے بات کرنے کی ٹھانی تھی۔ ہمیشہ کی طرح کچن اور کاموں سے فارغ ہو کے دونوں خواتین لاؤنج میں بیٹھی باتیں بھگار رہی تھیں۔ آج ہالے بھی یونیورسٹی سے آف کیے گھر ہی تھی کچھ اس نے بھی ہیلیپ کی تو کام جلدی ختم ہو گئے تھے۔

راحیلہ میں سوچ رہی تھی کہ عید سے پہلے پہلے ہالے کو رخصت کروا کے لے آؤ۔ "راحیلہ بیگم نے چونک کے انہیں دیکھا تھا۔ ان کے لیے یہ اچانک کی جانے والی بات تھی وہ اتنی جلدی رخصتی کا کہہ دیں گی انہیں اندازہ نہیں تھا۔ یہ بات

سن کے قدم تو ہالے کے بھی ساکت ہوئے تھے جو لاؤنج میں داخل ہونے ہی لگی تھی۔

بھابھی ابھی کچھ دن ہی ہوئے ہیں نکاح اور عید بھی نزدیک ہے۔ اور آپ کو پتہ" ہے عید کتنے خرچے نکل آتے ہیں، اگر شادی بھی رکھ لیں تو مشکل نہیں ہو ،جائے گی؟ "راحیلہ بیگم ہچکچائی تھیں۔ راحیلہ بیگم کی بات پہ ہالے خوش ہوئی تھی ابھی اسے تھوڑا یقین ہوا تھا کہ وہ ان سگی بیٹی ہی ہے۔

ارے راحیلہ کون سا رخصت کر کے اسے کہیں اور بھیجنا ہے جو ہم نے زیادہ" تکلف کرنا۔ ہالے نے بس اوپر سے نیچے آنا ہے، اور رہی جہیز کی بات وہ تو ہم نے لینا ہی نہیں۔ "عصمت بیگم نے ان کی پریشانی کا حل بتایا تھا۔

مگر پھر بھی بھابھی شادی کا خرچہ بھی ہو گا، اور عید کے لیے قربانی کا کوئی جانور" بھی لینا ہو گا۔ اور مجھے نہیں لگتا ثمامہ اور سیف کا اتنا بجٹ ہو گا۔ "راحیلہ بیگم اتنی جلدی رخصتی نہیں کرنا چاہتی تھیں، وہ اپنی بیٹی کو پہلے کچن میں اکسپرٹ کرنا چاہ رہی تھیں۔

ہاں تو عید کے بعد بھی تو شادی پہ خرچہ ہو گا ہی نہ۔ اور جہاں تک قربانی کے" جانور کی بات ہے تو اس دفعہ بڑا جانور لینے کی بجائے بکرا لے لیں گے۔ کیونکہ قربانی ہم اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتے ہیں نا کہ دکھاوے کے لیے۔ "عصمت بیگم کے پاس ان کے ہر مسئلے کا حل تھا۔

میں سوچ رہی تھی پہلے اسے کچن کا کچھ سیکھا دیتی پھر رخصتی کرتی۔ "راحیلہ بیگم" نے جھجھکتے ہوئے اصل بات بتا ہی دی تھی۔ جسے سن کے عصمت بیگم نے ماتھے پہ ہلکا سا ہاتھ مارا تھا، جبکہ ہالے نے دانت پیسے تھے۔

اک تو ماما کو کچن کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ "ہمیشہ کی طرح وہ بڑبڑائی تھی۔"

راحیلہ اب غیروں والی باتیں تو نہ کرو، میں اتنی ظالم بھی نہیں کہ تم ہر طرح" سے تسلی کر کے اسے نیچے والے پورشن میں بھیجنا چاہتی ہو۔ تم بھی یہی ہو میں بھی مل کے اسے شادی کے بعد بھی سب کچھ سکھا لیں گی۔ "راحیلہ بیگم ان کے خلوص کی دل سے معترف ہوئی تھیں۔

تم پہلے سیف سے مشورہ کر لو پھر جو بھی بات ہوئی مجھے بتا دینا دونوں اسی طرح" کر لو گی میں بھی۔ "انہوں نے کہا تو راحیلہ بیگم نے سر ہلایا تھا۔

"اچھا چلو میں زرا پڑوس سے ہو کے آتی ہوں کافی دن ہو گئے چکر نہیں لگا۔" عصمت بیگم انہیں بتاتے لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھی تھیں۔ انہیں آتا دیکھ کے ہالے تیزی سے دروازے کی اوٹ میں ہوئی تھی۔ ان کے جانے کے بعد وہ لاؤنج میں داخل ہوئی۔

میں بتا رہی ہوں ماما یہ اچانک والا نکاح تو میں نے کر لیا ہے اچانک والی رخصتی" نہیں کروں گی۔ رخصتی تو میری پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ہو گی۔ "اس کی اونچی آواز پہ راحیلہ بیگم نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"آہستہ بولو، اور تمہیں شرم نہیں آتی دوسروں کی باتیں چھپ کے سنتے ہوئے۔" راحیلہ بیگم نے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں۔

آپ اسے چھوڑیں ماما، میں بتا رہی ہوں میں نے رخصتی نہیں کروانی ابھی۔ "ان" کی بات نظرانداز کرتے ہالے نے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔

تم سے پوچھ کون رہا ہے۔ اور یہ فالتو کی باتیں چھوڑو اور کچھ کچن پہ بھی دھیان" دو۔ اگر قسمت سے ساس اچھی مل گئی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی رہو۔ "راحیلہ بیگم کے جھڑکنے پہ ہالے نے آنکھیں اور منہ کھول کے انہیں دیکھا تھا۔

اور یہ اپنی اوٹ پٹانگ حرکتیں بھی درست کر لو۔ شکر کرو تمہاری حرکتیں جانتے ہوئے بھی بچے نے ہاں کر دی نکاح کے لیے، وگرنہ مجھے جانے کتنی ٹکریں مارنی پڑتیں تمہارے رشتے کے لیے۔ "راحیلہ بیگم نے اس کے کھول منہ پہ چوٹ کی جبکہ ان کی آخری بات پہ تو ہالے بلبلا کے ہی تہ گئی تھی۔

آپ کے شریف بچے کو بھی شکر ادا کرنا چاہیے کہ بیٹھے بیٹھائے بیوی مل گئی ورنہ" اس کڑوے کریلے، کھڑوس، جلاد اور نک چڑے کو اپنی بیٹی کس نے دینی تھی۔ ہر کوئی میرے ماں باپ کی طرح تھوڑی ہوتا ہے۔ "ہالے نے بھی اس کی شان میں قصیدہ پڑھتے حساب برابر کیا تھا۔

بکواس مت کرو۔ "راحیلہ بیگم نے اسے گھوری سے نوازتے کہا تو وہ پیر پٹختے وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔ اس کے جاتے ہی راحیلہ بیگم نے بھی سر جھٹکتے ٹی وی آن کیا تھا۔

راحیلہ بیگم نے رات کو عصمت بیگم کی ساری باتیں سیف صاحب کے گوش گزار دی تھیں۔ وہ بھی عصمت بیگم کی باتوں سے متفق تھے۔ یوں دس دنوں بعد رخصتی کی ڈیٹ فائل کر دی گئی تھی اور اس سے دس دن بعد بکرا عید تھی۔ یہ خبر سن کے ثمامہ کا ری ایکشن نارمل تھا مگر ہالے نے صدائے اختجاج بلند کی تھی جس پہ ہمیشہ کی طرح کسی نے کان نہیں دھرے تھے۔
مجھ سے اس گھر میں سب سوتیلوں والا سلوک کرتے ہیں، اس جلاد نے کہا" نکاح کرنا ہے تو کسنے کوئی سوال کیے بغیر نکاح کھڑکا دیا۔ اور اب میں کہہ رہی ہوں

مجھے رخصتی نہیں کرنی تو کوئی سن ہی نہیں رہا۔ "اپنے کمرے میں ادھر سے اُدھر مارچ کرتے ہالے مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

میں کونسا شادی سے انکار کر رہی ہوں، بس کچھ عرصہ اور اس دیو کی قید سے رہائی" چاہ رہی ہوں۔ مگر بھلا ہو میرے ماں باپ کا جو مجھے اس دیو کی قید میں بھیج کے ہی چھوڑیں گے۔ "اس نے آنکھیں اور دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بند کرتے اپنی بے بسی کا اظہار کیا تھا۔

اگر یہ بات اس دیو سے ہی کہہ دوں تو کیسا رہے گا؟ "اک دم سے اس کے" دماغ کی بتی جلی تو اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔

،مگر اس دیو سے بات کون کرے؟ "اک اور سوال اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا" جس نے اس کے ایکسائٹمینٹ کے غبارے سے ہوا نکال دی تھی۔

اب تو میں ان کی بیوی ہوں، اور ان سے بالکل بھی نہیں ڈرتی۔ "کچھ لمحوں بعد اس نے خود کو مضبوط ظاہر کیا یہ الگ بات تھی کہ دماغ اس بات کی شدت سے نفی کر رہا تھا۔ مگر اس نے شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے کا کا ارادہ کر لیا تھا۔

ہالے نے اک نگاہ گھڑی پہ ڈالی، اس کے آنے کا وقت ہو چکا تھا۔ اک گہری سانس بھرتے اس نے خود کو پرسکون کرتے وہ نیچے والے پورشن میں آئی تھی۔

ثمامہ کے کمرے کی طرف بڑھنے سے پہلے اس نے اردگرد کا جائزہ لیا مگر اسے کہیں کوئی نظر نہ آیا۔ کسی کو نہ پا کر وہ ثمامہ کے کمرے کی طرف بڑھی۔

اس دن میرے روم میں ناک کیے بغیر آیا تھا کھڑوس آج میں بھی ناک کیے بغیر ہی جاؤں گی۔ "اس کے کمرے کے دروازے پہ پہنچتے اس نے دستک دینی چاہی مگر اچانک ہی اس کی انا جاگی تھی۔ جس کے زیرِ اثر وہ ناک کیے بغیر دھڑلے سے ثمامہ کے روم میں داخل ہوئی تھی۔ مگر روم میں پہنچتے ہی اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ثمامہ بغیر شرٹ کے یونیفارم کی پینٹ زیب تن کیے کبرڈ کے سامنے کھڑا اپنے کپڑے نکال رہا تھا۔ وہ شاید ابھی ہی گھر آیا تھا اور اب شاور لینے جا رہا تھا۔ کھڑکے کی آواز پہ اس نے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ جہاں ہالے کبوتر کی طرح آنکھیں میچے کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کے ثمامہ کے ماتھے پہ ہمیشہ کی طرح بل آئے تھے۔

ہالے نور تم نے کب سیکھنے ہیں منیرز؟ "اس کی بات پہ ہالے کی شرمندگی پل" میں اڑن چھو ہوئی اور اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولی تھیں۔

اپنی دفعہ منیرز کہاں جاتے ہیں، ابھی کچھ دن پہلے آپ بھی میرے روم میں بغیر" ناک کیے آئے تھے۔ "ہالے نے تڑخ کے کہا تو ثمامہ کے۔ لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی جسے وہ اس کی نظروں میں آنے سے پہلے ہی چھپا گیا تھا۔

اچھا تو جو میں کروں گا تم وہی کرو گی؟ "کبرڈ کا دروازہ بند کرتے ثمامہ نے ہاتھ" میں پکڑے کپڑے کندھے پہ رکھے اور قدم اس کی طرف بڑھائے تھے۔

ہہہہ ہاں بالکل۔ "ہکلا کے بولتے ہوئے ساتھ میں زوروشور سے سر بھی ہلایا تھا۔" جبکہ اسے اپنے قریب آتے دیکھ کے اس نے دل ہی دل میں آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی تھی۔ اس کے قریب آتے ثمامہ نے اسے روم کے اندر کھینچتے پیچھے دروازہ بند کیا تھا۔

سوچ لو اک دفعہ۔ "اسے دروازے سے لگاتے ثمامہ نے اس کے اردگرد ہاتھ جماتے ہلکا سا جھک کے سرگوشی کے انداز میں کہا تھا۔ جبکہ ہالے تو اس کی اتنی قربت پہ سانس ہی روک گئی تھی۔

دد دیکھیں آپ اس طرح میری آواز کو دبا نہیں سکتے۔ "ہالے نے اپنے لہجے کی" لڑکھڑاہٹ پہ قابو پاتے خود کو مضبوط بناتے اسے وارننگ دی تھی۔

اچھا ایسے نہیں تو کیسے دبا سکتا ہوں؟ "اس کے چہرے پہ نظریں جمائے ثمامہ" نے سوال کیا تھا۔ جس پہ ہالے نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔

آپ مجھے کنفیوز کر رہے ہیں۔ "اس کے بے چارگی سے کہنے پہ ثمامہ گہری سانس" بھرتے پیچھے ہوا اور سینے پہ ہاتھ باندھتے کھڑا ہو گیا تو ہالے سکون کا سانس خارج کیا تھا۔

بولو کیا بات ہے جس کے لیے آپ نے میرے روم میں قدم رنجہ فرمائے ہیں۔" یہ جاننے کے باوجود کے کچھ دنوں بعد آپ مستقل یہاں ہی ڈیرہ جمانے والی ہیں؟ "سنجیدگی سے پوچھا گیا تھا۔

وہ وہ میں کہہ رہی تھی کہ،،، "ہالے نے بات ادھوری چھوڑی تو ثمامہ نے ابرو اچکا کے اسے دیکھا۔ اس کی چہرے کی سنجیدگی دیکھ کے اک پل کو ہالے ڈری تھی۔

کہ آپ پلیز رخصتی کچھ عرصے کے لیے پوسٹ پون کروا دیں۔ "مگر پھر آنکھیں بند" کرتے اس نے اک ہی سانس میں ساری بات کہہ ڈالی تھی۔ مگر اپنی بات کے

جواب میں خاموشی کو محسوس کرتے اس نے اک آنکھ ہلکی سے کھول کے دیکھا تو ثمامہ ہنوز سینے پہ ہاتھ باندھے اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

محترمہ آپ اپنے عقل کے گھوڑے دوڑانہ بند کریں۔ ایسے فیصلوں کے لیے" "ہمارے بڑے موجود ہیں، اس لیے وہ بہتر جانتے ہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔

ثمامہ کے صاف انکار پہ ہالے کا منہ کھلا اور ساتھ ہی غصہ بھی عود آیا تھا۔

نہیں تو آپ نے جو اچانک نکاح کی فرمائش کی تھی وہ بڑوں سے پوچھ کے کی" تھی۔ "دونوں ہاتھ کمر پہ جماتے آنکھیں چھوٹی کر کے ثمامہ کو دیکھتے غصے سے کہا۔ غصے سے اس کی آواز تھوڑی اونچی ہو گئی تھی۔

لگتا ہے تمیز بھولتی جا رہی ہو تم۔ "ثمامہ کی سرد آواز پہ وہ اک پل کو گڑبڑائی" تھی۔

ہاں آپ لوگ اپنی من مرضیاں کرتے جائیں اور میں بدتمیزی بھی نہیں کر" سکتی۔ "ہالے نے منہ پھلایا تھا۔

محترمہ ہو گا تو وہی جو چچا جان چاہیں گے، اس لیے اپنا خون جلانے کی بجائے" شادی کی تیاریاں کرو یا پھر چچا جان سے بات کر لو یہی دو آپشن ہیں تمہارے پاس۔ "اس کے پھولے منہ کو اک نظر دیکھتے ثمامہ نے کندھے اچکاتے کہا اور اس کی مزید کوئی فضول بات سنے بغیر واش روم میں گھس گیا تھا۔

گھنا، میسنا۔ "ہمیشہ کی طرح اسے القابات سے نوازا گیا تھا۔ ہالے اک نظر واش" روم کے دروازے پہ اک نظر ڈالتے وہاں سے چلی گئی تھی۔ مگر جاتے ہوئے اس کے روم کا دروازہ اک دھماکے سے بند کیا تھا۔ وہ اپنی دھن میں بغیر ادھر اُدھر نگاہ ڈالے سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ راحیلہ بیگم نے اسے حیرت سے ثمامہ کے کمرے سے نکلتے حیرت سے دیکھا اور پھر اس کے پیچھے خود بھی اوپر آئی تھیں۔ وہ اس کے روم میں آئیں تو وہ اوندھے منہ لیٹی ملی تھی۔

کیا ہوا ہالے؟ اور تم ثمامہ کے روم میں کیا کرنے گئی تھی۔ "اس کے پاس بیڈ پہ بیٹھتے راحیلہ بیگم نے تشویش سے پوچھا تھا۔

نیاز لینے گئی تھی۔ "ہالے کی طرف سے جلا ہوا جواب ملا تھا۔"

تمیز سے۔ "راحیلہ بیگم نے تیز نظروں سے اسے دیکھا تھا۔"

آپ سب ایسا کریں اک دفعہ اکھٹے بیٹھ کے تمیز سکھا لیں مجھے۔ "دل تو ویسے ہی بوجھل ہو رہا تھا اور راحیلہ بیگم کی زرا سی بات پہ ہالے نے رونا شروع کر دیا۔ اس کے بلاوجہ رونے پہ راحیلہ بیگم تو بوکھلا گئی تھیں۔

ارے ہالے !میری بچی کیا ہوا رو کیوں رہی ہو؟ "راحیلہ بیگم نے نرمی سے اسے سیدھا کیا تھا۔

کوئی مجھ سے پیار نہیں کرتا، اس کھڑوس کی ساری باتیں مانتے ہیں اور میری کوئی اک بھی نہیں مان رہا۔ "اس کی سوئی اسی بات پہ اٹکی دیکھ کے راحیلہ بیگم نے اپنا سر ہاتھوں میں تھاما تھا۔

ہالے تمہیں مسئلہ کیا ہے شادی سے؟ "راحیلہ بیگم کا لہجہ عاجزی سے بھرپور تھا۔"

مجھے مسئلہ شادی سے نہیں آپ کے لاڈلے بھتیجے سے ہے بغیر کسی رشتے کے انہوں نے ساری زندگی مجھ پہ دھونس جمائی ہے۔ اب تو انہیں حق بھی مل گیا ہے۔ اب ان کا جو دل کرے گا وہ کریں گے مجھے نہیں کرنی شادی۔ "اس کے اوٹ پٹانگ وہم سن کے راحیلہ بیگم نے دانت پیسے تھے۔

تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ "راحیلہ بیگم نفی میں سر ہلاتے وہاں سے اٹھ کے چلی گئی تھیں۔ ان کے ایسے جانے پہ ہالے کے آنسوؤں میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

روتے ہوئے اس نے سیف صاحب سے بات کرنے کا مصمم ارادہ باندھا تھا۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ
www.urdunovelbank.com

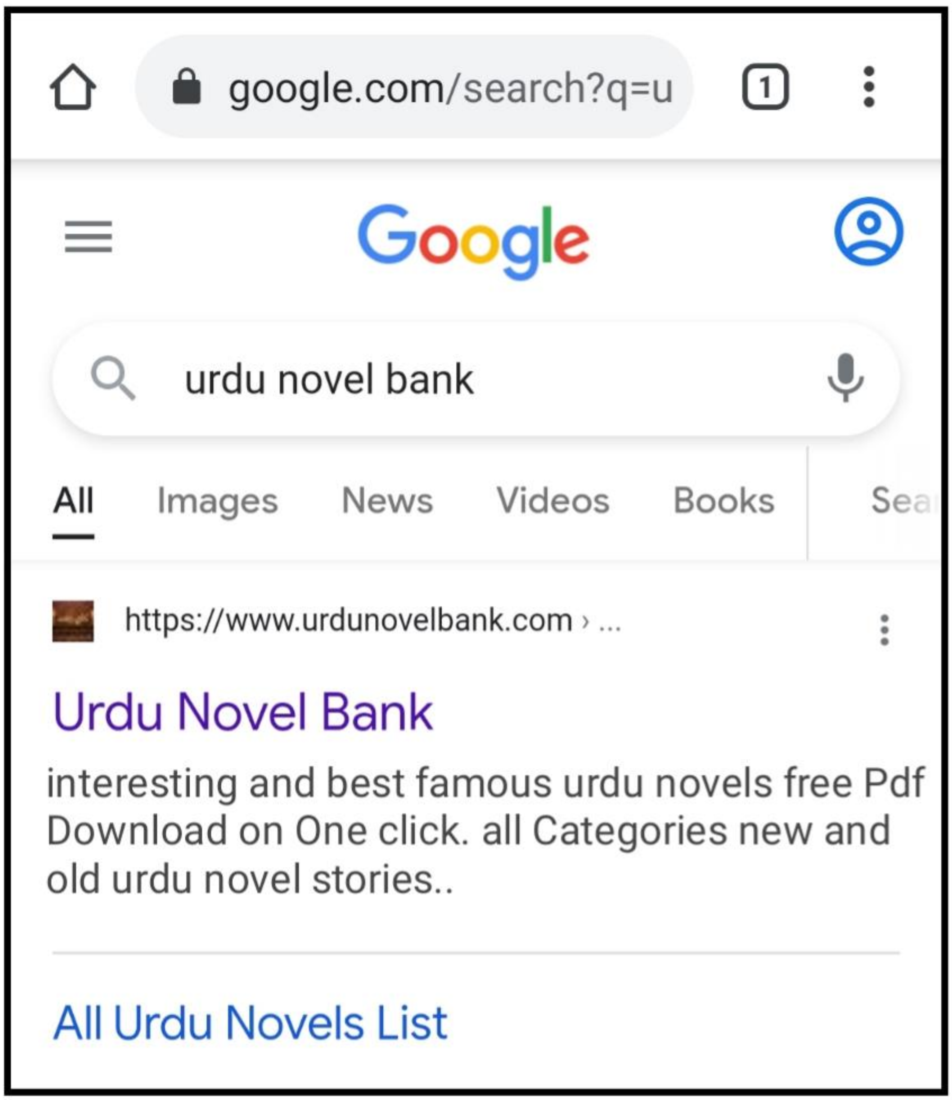

Urdu Novel Bank website
جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں
Urdu Novel Bank
اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

پھر رخصتی کے درمیان والے دس دن ایسے گزرے جیسے انہیں پر لگے ہوں۔ ہالے بس سیف صاحب سے بات کرنے کے لیے موقع ہی ڈھونڈتی رہ گئی اور شادی کے کارڈ چھپ کے آگئے اور بٹ بھی گئے۔

دوسری طرف ثمامہ نے آفس سے خود بھی شادی سے عین اک دن پہلے چھٹیاں لیں۔ اور ہالے کو بھی اسی بات پہ عمل درآمد کروایا۔ اس دروان وہ معمول کے مطابق اسے ٹیوشن بھی دیتا رہا تھا۔ اک دفعہ ہالے نے ضد میں ڈنڈی مارنے کی کوشش بھی کی تھی جسے ثمامہ نے ناکام بنا دیا اور ہالے بس تلملاتی رہ گئی تھی۔

شادی کا فنکشن میرج ہال میں کیا گیا تھا۔ سیف صاحب نے زیادہ لمبا کام نہیں کیا تھا، بس قریبی قریبی رشتے دار ہی بلائے تھے۔ پورے فنکشن کے دوران ہالے کا منہ پھولا ہی رہا تھا۔ بس فوٹو سیشن کے دوران ہی ثمامہ کی گھوریاں محسوس زبردستی چہرے پہ مسکراہٹ سجائی تھی۔ ثمامہ گولڈن شیراونی میں سر پہ کلا سجائے جچ رہا تھا۔ اور ہالے مہرون لہنگے چولی جس پہ دیدہ زیب کام ہوا تھا، کیل کانٹوں سے

لیس ثمامہ کے عصابوں پہ سوار ہو رہی تھی۔ مگر وہ تھا کہ اسے مسلسل نظرانداز کرتے اپنے جذباتوں کو سلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

رخصتی کے وقت راحیلہ بیگم تھوڑا ایموشنل ہوئی تھیں، بے شک رخصت ہو کے اس نے اک پورشن سے دوسرے پورشن میں ہی جانا تھا۔ مگر پھر بھی ان کا دل بھر آیا تھا ان کی آنکھیں نم دیکھ کے ہالے نے جو رونا سٹارٹ کیا سب کے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ تو ویسے ہی رونے کا بہانہ ڈھونڈ رہی تھی۔

اب بس بھی کر دو ہالے تمہیں کونسا بیاہ کے ہم دوسرے سیارے پہ بھیج رہے" ہیں جو تم نے دریا ہی بہا دیے ہیں۔ "اسے چپ نہ کرتے دیکھ کے راحیلہ بیگم اپنے اصلی روپ میں آئی تھیں۔ ان کی بات پہ ثمامہ نے بے ساختہ اُمڈ آنے والی مسکراہٹ کو بمشکل اپنے ہونٹوں میں دبایا تھا۔ مگر ہالے اسے مسکراہٹ دباتے دیکھ چکی تھی۔ ثمامہ کی مسکراہٹ اور راحیلہ بیگم کی پھٹکار نے جلتی پہ تیل

کا کام کیا تھا۔ وہ اور شدت سے رونا شروع کر چکی تھی۔ اس کے اس رویے نے سب کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے۔

اس کی اس حرکت پہ ثمامہ کے مسکراتے تاثرات واپس سپاٹ ہوئے تھے۔ وہ ہالے کے رویے کے پیچھے چھپی وجوہات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اسے کسی کی اک نہ سنتے دیکھ کے اس نے اک گہرا سانس بھرا اور چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہالے کے کندھے کے گرد بازو پھیلایا تھا۔ جس پہ ہالے نے رونا دھونا اور اپنا دلہن ہونا پسِ پشت ڈالتے پورا منہ کھول کے ثمامہ کی یہ حرکت ملاحظہ فرمائی تھی۔

ثمامہ نے اس کی ہونق شکل دیکھ کے دل ہی دل میں دانت پیسے تھے۔ مگر بظاہر مسکراتے ہوئے راحیلہ بیگم کو تسلی دیتے ہالے کو لیے وہ گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ اسے بیٹھانے کے بعد وہ خود دوسری طرف آ کے بیٹھا تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی گاڑی آگے بڑھے تھی مگر ہالے اسے ہنوز آنکھیں اور منہ پھاڑے دیکھ رہی تھی۔

اس کی اس حرکت پہ ڈرائیونگ پہ بیٹھے ثمامہ کے دوست اور اس کے ساتھ بیٹھی بیوی کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی۔

اپنا منہ بند کرو اور سیدھی ہو کے بیٹھو، تمہارا ہی ہوں گھر جا کے جی بھر کے دیکھ لینا۔ "اس طرف ہلکا سا جھکتے ثمامہ نے ضبط سے بھینچی آواز میں کہا تو ہالے جلدی سے سیدھی ہوئی تھی۔ اور ساتھ ہی ثمامہ کے تمہارا ہی ہوں کہنے پہ اس نے دل ہی دل میں استغفراللہ کہا تھا۔

گھر پہنچتے ہی عصمت بیگم کچھ لڑکیوں کے ساتھ پھولوں کی پلیٹیں تھامے ان کے استقبال کے لیے کھڑی تھیں۔ وہ رخصتی سے کچھ دیر پہلے ہی گھر آ گئی تھیں۔

پھر کچھ مزید رسموں کے بعد ہالے کو ثمامہ کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ بظاہر تو وہ نارمل بیٹھی ثمامہ کا انتظار کر رہی تھی مگر اندر سے دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ثمامہ کمرے میں داخل ہوا تو ہالے کی ہاتھ میں پکڑے کلچ

پہ گرفت مضبوط ہوئی تھی۔وہ کمرہ لاک کرتے اس ی طرف بڑھا تھا جو گھونگھٹ نکالے بیٹھی اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

یہ تم آج کیا سارا دن کیا بیوقوفیاں کرتی رہی ہو، تمہارے ری ایکشنز سے تو لوگ" یہی سمجھے ہوں گے نا کہ یہ شادی گن پوائنٹ پہ کی جا رہی ہے۔ "ہالے کو اس سے کوئی اچھی امیدیں تو نہیں تھیں مگر پھر بھی اس کی یہ باتیں سن کے اس کا فشارِ خون بلند ہوا تھا۔ اور اس نے اک جھٹکے سے گھونگھٹ الٹا تھا۔ اسے دیکھ کے اک پلکو ثمامہ کا دل دھڑکا تھا مگر اپنے دل کو نظرانداز کرتے اس نے چہرے پہ سخت تاثرات ہی سجائے رکھے تھے۔

اور آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کوئی اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ" ایسی باتیں بھی کرتا ہے؟ لوگ اپنی دلہنوں کی شان میں قصیدے پڑھتے ہیں، ان کی تعریفیں کرتے ہیں اور اک آپ ہیں آج بھی جلی کٹی سنا کے میرا دل جلا رہے

ہیں۔ "غصے میں وہ جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔ اس کے انداز پہ ثمامہ نے ستائشی انداز میں ابرو اچکایا تھا۔

میں تو تیار ہوں تعریف کرنے کے لیے تم اپنا بتاؤ برداشت کر لو گی؟ "دونوں ہاتھ اس کے اطراف ٹکاتے ہلکا سا اس کی طرف جھک کے ثمامہ نے گھمبیر لہجے میں کہا تو ہالے کی لمحوں میں بتی گُل ہوئی تھی۔

بس ہو گئی ہوا ٹائٹ؟ "اس کی لرزتی پلکوں پہ نظریں جمائے سرگوشی میں کہا گیا" تھا۔ اور ہالے کی پہلے سے ہی دل میں اُدھم مچاتی دھڑکنیں مزید تیز ہوں اور زبان تو جیسے تالو سے چپک گئی تھی۔ اسے کچھ پل یونہی دیکھنے کے بعد ثمامہ گہری سانس بھرتے پیچھے ہوا تھا۔

دیکھا نہیں برداشت کر پاؤ گی، اس لیے اس تعریف کو کسی اچھے وقت کے لیے" اٹھا رکھوں۔ "ثمامہ نے کہا مگر ہالے نے زبان کھولنا تو دور کی بات اسے نظر اٹھا کے بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔

میں جانتا ہوں یہ سب کچھ اچانک ہوا ہے، نہ تم کچھ قبول کر پا رہی ہو نہ میں۔" اس لیے میرے خیال میں ہمیں اسے رشتے اور خود کو تھوڑی سپیس دینی چاہیے تا کہ ہم آسانی سے ایڈجسٹ ہوں سکیں۔ "اس کی باتوں کے دوران ہالے بس ہاتھوں کو ہی گھورتی رہی تھی۔

جب ایڈجسٹ ہوں جائیں گے تو تعریف بھی کر دیا کروں گا۔ "ثمامہ نے کہتے" ہوئے مسکراہٹ دبائی تو ہالے نے سر اٹھا کے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

یہ مجھے گھورنا بند کرو، اور آج بارات ولیمہ اکھٹا ہی ہو گئے ہیں تو بس کل کا دن" ریسٹ کرو تھکن اتارو اور پرسو سے یونیورسٹی جانا سٹارٹ کرو۔ ویسے بھی عید کی چھٹیاں بس ہونے ہی والی ہیں تو اتنے دن یونیورسٹی نہ جا کے ایویں وقت کیوں ضائع کرنا۔ "ثمامہ اپنی بات ختم کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔ جبکہ اس کی باتوں پہ ہالے کا منہ اک دفعہ پھر کھل چکا تھا۔

ہاں یہ تمہاری منہ دیکھائی۔ "وہ یاد آنے پہ پلٹا اور جیب سے اک کیس نکالتے" ہالے کی طرف بڑھایا۔ اس کے تاثرات دیکھ کے ثمامہ کا دل قہقہہ لگانے کو چاہا مگر اپنے چہرے پہ سنجیدگی کا لبادہ اوڑائے ہی کیس اس کہ طرف بڑھایا اور خود کبرڈ سے کپڑے نکالتے واش روم میں چلا گیا۔

سارا موڈ خراب کر کے، یہ لو تمہاری منہ دیکھائی۔ "ہالے نے اس کی نقل اتاری" اور بے دلی سے کیس کھولا جس میں خوبصورت گولڈ کا بریسلیٹ جگمگا رہا تھا۔ اس پہ بس اک نظر ڈالتے ہالے نے کیس بند کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا اور خود ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ ثمامہ کے چینج کر کے آنے تک وہ جیولری وغیرہ اتار چکی تھی۔ اس کے واش روم سے باہر آتے اس پہ اک نگاہ ڈالے بغیر وہ اپنے کپڑے نکالتے جو صبح ہی راحیلہ بیگم سیٹ کر کے گئی تھیں، نکالتے واش روم میں گھس گئی تھی۔ ثمامہ اس کی پشت پہ اک گہری نظر ڈالتے اس نے بالوں میں برش کیا اور بیڈ پہ جا کے لیٹ گیا۔ ہالے چینج کر کے کمرے کی لائٹس آف

کرتے جھجھکتے ہوئے دوسری سائیڈ پہ لیٹ گئی، دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں ڈوبے نیند کی وادیوں میں اتر گئے تھے۔

____

رات کا نجانے کونسا پہر تھا کہ ہالے کی آنکھ عجیب سی آواز سے کھلی تھی۔ اس نے نا سمجھی سے ادھر اُدھر دیکھا مگر جوں ہی اس کا ذہن بیدار ہوا تو اسے سمجھ آئی کہ وہ ثمامہ کے بڑبڑانے کی آواز تھی۔ ہالے نے الجھتے ہوئے اپنی سائیڈ کا لیمپ آن کیا۔

اور پھر اس کی سائیڈ جھکتے دوسرا لیمپ بھی آن کیا جس سے روم میں کافی روشنی ہوگئی تھی۔ اس روشنی میں ہالے نے ثمامہ کو دیکھا جو بغیر شرٹ کے پسینے میں

تتر بتر ہوئے سر کو ادھر اُدھر جھٹک رہا تھا اور ساتھ ہی کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ ہالے اس کے ہونٹوں کے پاس اپنا کان کرتے سننے لگی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

ڈیڈا،،، ڈیڈا مجھے چھوڑ کے مت جائیں ڈیڈا، پلیز ڈیڈا۔ "اس کے الفاظ بمشکل سنتے" ہالے نے ہمدردی اور فکر کے ملے جلے تاثرات لیے اسے دیکھا تھا جس کی آنکھوں سے اب آنسو بھی نکل رہے تھے۔ اس مغرور اکڑو کو یوں دیکھ کے نجانے اس کے دل کو کیوں برا لگا اور اس نے ثمامہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے جھنجھوڑ کے خواب سے نکالنا چاہا۔

ثمامہ۔ "اسے پوری قوت سے جھنجھوڑتے ہالے نے اس کا نام بھی پکارا تھا۔" جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور ثمامہ کا بڑبڑانا بند ہوا اور ساتھ ہی آہستگی سے اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ ہالے کو ہمیشہ ان آنکھوں میں رعب اور غصہ دیکھنے کی عادت تھی اور اب ان آنکھوں میں آنسو ہالے کو بہت برے لگ رہے تھے۔ ثمامہ کئی لمحے غائب دماغی سے ہالے کو دیکھتا رہا۔

کیا ہوا؟ آپ ٹھیک ہیں نا؟ "اسے یک ٹک اپنی طرف دیکھتے پا کر ہالے سوال کیا" تو ثمامہ چونک کے شعور کی دنیا میں آیا، اور اپنے قریب جھکی ہالے کی تشویش بھری نظروں سے اپنی نگاہیں چرائی تھیں۔

ہاں میں ٹھیک ہوں سو جاؤ تم۔ "ثمامہ نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے مخالف سمت کروٹ لی اور انتہائی روکھے لہجے میں کہا تھا۔ وہ اپنا آپ ہالے کے سامنے عیاں ہو جانے پہ شرمندگی کا شکار ہو رہا تھا۔

ثمامہ میں آپ کی لائف پارٹنر ہوں، جو بھی ہے آپ شئیر کر سکتے ہیں مجھ سے۔ "اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہالے نجانے کس جذبے کے زیرِ اثر بول گئی تھی۔ اس کی بات پہ ثمامہ چونکا تھا، وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی مگر وہ اپنا آپ اتنی جلدی اس پہ عیاں نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

اس لیے وہ ہالے کو چپ کروانا چاہتا تھا جانتا تھا وہ ایسے ہی چپ نہیں کرے گی۔

ثمامہ گہرا سانس بھرتے سیدھا ہوا اور ہالے کو اپنے اوپر جھکاتے اک چھوٹی سی شرارت کر گیا تھا۔ ہالے اس اچانک ہوئی افتاد پہ سن ہی رہ گئی تھی۔

"محترمہ فلحال میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، اس لیے اگر آپ کو اپنی خیریت مطلوب ہے تو چپ کر سو جائیں ورنہ،،،، "اس کے کان میں سرگوشی کرتے ثمامہ نے دانستہ اپنی بات ادھوری چھوڑی تھی۔ اور اس کے گرد اپنی گرفت بھی ڈھیلی کی تھی۔ اس کی ادھوری بات کا مطلب سمجھتے ہالے تیزی سے اپنی سائیڈ پہ آتے بلینکٹ میں چھپ گئی تھی۔ اس کی پھرتیوں پہ ثمامہ کے لبوں پہ بھولی بسری مسکان آئی تھی جسے چھپانے کی بجائے وہ دونوں سائیڈ سے لیمپ آف کرتے خود بھی آنکھیں موند گیا تھا۔

"بدتمیز، بے شرم، بیہودہ۔ "دوسری طرف ہالے نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے دیے گئے القابات میں اضافہ کیا تھا اور اپنی ہمدردی پہ خود کو جی بھر کے کوسا تھا۔

____

اس رات کے بعد ہالے اس سے نظریں چرا رہی تھی جبکہ ثمامہ نارمل تھا۔ اور اپنے کہے کے مطابق شادی کے تیسرے روز ہی ہالے نے یونیورسٹی اور ثمامہ نے پولیس سٹیشن جانا شروع کر دیا تھا۔ عصمت بیگم نے منع کرنے کی کوشش کی تھی مگر ثمامہ نے انہیں راضی کر لیا تھا۔ اور راحیلہ بیگم نے بھی اسے کچن میں گھسیٹ لیا تھا۔ یوں وہ آدھا دن یونیورسٹی گزارتی آدھا کچن میں راحیلہ بیگم کے ساتھ اور آٹھ بجے لازمی بکس لے کے اسے ثمامہ صاحب کی سروسز حاصل کرنی ہوتی تھیں۔
شادی سے دو تین دن بعد ثمامہ اور سیف صاحب بکرے بھی لے آئے تھے۔ اگر ہالے کا دماغ زیادہ خراب ہوتا تو وہ ان بکروں کے پاس آ کے اپنے دکھ سکھ کر لیتی تھی جو کہ گیٹ کے ساتھ بندھے ہوتے تھے۔ آج نو ذی الحج تھی اور کل عید

تھی۔ راحیلہ اور عصمت بیگم کچن کا کام دیکھ رہی تھیں۔ اور ہالے نے کل کے لیے سب کے کپڑے پریس کیے تھے۔ سب کے کپڑے ان کے کمروں میں پہچانے کے بعد وہ اپنے اور ثمامہ کے کپڑے لیے اپنے کمرے میں آئی تھی جہاں وہ آج بھی لیپ ٹاپ پہ جانے کونسے خزانے ڈھونڈ رہا تھا۔

عید کی شاپنگ کے کے بھی عصمت بیگم کے دس دفعہ کہنے پہ وہ اسے لے کے گیا تھا۔ ہالے نے انکار کرنا چاہا کہ ابھی تو شادی ہوئی ہے اور بری کے سارے کپڑے نئے ہیں۔ مگر عصمت بیگم کا کہنا تھا کہ یہ اس کی شادی کے بعد پہلی عید ہے تو ثمامہ کو لازمی اسے شاپنگ کروانی چاہیے۔

اسے یوں لیپ ٹاپ کے ساتھ لگے دیکھ کے ہالے کا دبا غصہ پھر سے عود آیا تھا۔ نجانے کیوں اس کا یہ عام سا رویہ اسے جی بھر کے کھٹک رہا تھا اور اس کا دل بھر بھر جا رہا تھا۔ کھٹکے کی آواز پہ ثمامہ نے بس اک نظر اسے دیکھا اور پھر سے لیپ ٹاپ پہ جھک گیا تھا۔ خود کو یوں نظرانداز کیے جانے پہ ہالے نے اپنا سارا

غصہ کبرڈ کے دروازے پہ نکالا اور اسے نہایت جارحانہ انداز میں کھولا اور کپڑے ہینگ کیے۔

آج کہاں گم ہو؟ کب سے بیٹھا تمہارا ویٹ کر رہا ہوں مگر تم ہو کے کتابوں سمیت" غائب ہو؟ "وہ جو اس کی پہلی بات پہ خوش ہوئی تھی اس کی اگلی بات پہ اس کے اعصاب تنے تھے۔

آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ کل عید ہے بس اسی کی تیاریوں میں" مصروف ہوں۔ "اس کے خفا خفا لہجے کو محسوس کرتے ثمامہ کے لبوں پہ مسکراہٹ چمکی تھی۔ جب سے ہالے اس کی لائف میں آئی تھی وہ اسے ناچاہتے ہوئے بھی مسکرانے پہ مجبور کر رہی تھی۔ اور ثمامہ کو اپنی یہ تبدیلی اچھی لگ رہی تھی۔

پتہ نہیں کونسے شوہر ہوتے ہیں جو اپنی بیویوں کے تعریفوں میں قصیدے پڑھتے" رہتے ہیں۔ اک مجھے ملا ہے نمونہ جسے کا کھڑوس پن ہی ختم نہیں ہو رہا اور پڑھائی

کے علاوہ اسے کچھ سوجھتا ہی نہیں ہے۔"بے مقصد الماری میں کپڑے ادھر سے اُدھر کرتے وہ بڑبڑا رہی تھی۔

کچھ کہا تم نے؟"اس کا بڑبڑانا محسوس کرتے ثمامہ نے کہا تھا۔"

نہیں شاید آپ کے کان بجے ہیں۔"دانت پیس کے کہتے ہالے نے دروازہ کبرڈ" کا دروازہ بند کیا اور کمرے سے نکل گئی تھی۔کمرے سے نکل کے وہ سیدھا کچن میں آئی تھی جہاں راحیلہ بیگم اور عصمت بیگم لگی ہوئی تھیں۔ وہ خاموشی سے آ کے اک طرف رکھے سٹول کو کھینچ کے خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔

یہ نہیں کچن میں آ ہی گئی ہوں تو کوئی ماں اور تائی کی مدد ہی کروا دوں آ کے بیٹھ" گئی مہارانی بن کے۔"راحیلہ بیگم نے یہ بات غلط وقت پہ کہی تھی۔ ہالے جس کا دل پہلے ہی جل رہا تھا مزید جلا تھا۔

آپ ساس داماد اک ٹائم ٹیبل سیٹ کر کے مجھے دے دیں تاکہ مجھے اچھی طرح" یاد رہے کہ مجھے کب کیا کرنا ہے۔"جل کے کہتے ہالے تن فن کرتی کچن سے بھی

نکل گئی پیچھے دونوں خواتین کھڑیں اس کی پشت کو حیرت سے ہی دیکھتی رہ گئی تھیں۔ وہ باہر آئی تو اسے لاؤنج میں سیف صاحب بیٹھے مل گئے وہ ان کے ساتھ آکر بیٹھی اور کے کندھے پہ سر رکھ لیا۔

کیا ہوا میرے بچے کو؟ "سیف صاحب نے اس کے سر پہ ہاتھ مسکرا کے" پوچھا۔

ماما ہمیشہ مجھے ڈانٹتی ہی رہتی ہیں۔ "اس نے منہ بسورتے راحیلہ بیگم کی شکایت" لگائی تھی۔ اب منہ پھاڑ کے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ آپ کے داماد نے دماغ خراب کیا ہوا ہے۔

میں پوچھتا ہوں تمہاری ماما کو کیوں ڈانٹتی ہیں وہ میری بیٹی کو اب تو اس کی شادی" بھی ہو گئی ہے۔ "سیف صاحب نے مصنوعی غصے سے کہا تو وہ مسکرائی تھی۔

پھر وہ کچھ دیر بیٹھی ان کے ساتھ باتیں کرتی رہی اور ثمامہ کے وہاں آنے پہ اٹھ

کے باہر بکرے کے پاس آگئی تھی۔ ثمامہ جو اسی کے لیے باہر آیا تھا اسے یوں اٹھ کے باہر جاتے دیکھ کے اس کے ماتھے پہ بل آئے تھے۔

___________________________\

"کھا لو میرے پیارے بکروں کھا لو آج آخری دن ہے آذای کا پھر میری طرح تم لوگوں کو بھی قربان کر دیا جائے گا۔ "بکروں کے آگے چارا ڈالتے ہالے نے ان سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ جس کے جواب میں انہوں نے میں میں کیا تھا۔

ارے ہاں نا سچ میں تم لوگ قربانی کے بکرے ہو جبکہ میں قربانی کی بکری ہوں۔" تمہیں اللہ کی راہ میں قربان کیا جانا ہے اور مجھے اک کھڑوس کے آگے قربان کر دیا گیا ہے۔ "ہالے ان سے ایسے باتیں کر رہی تھی جیسے انہیں ساری باتیں سمجھ آ رہی ہوں۔

مانا میں اس کھڑوس سے شادی نہیں کرنی چاہتی تھی۔ مگر اب ہو گئی کیا کر سکتی" ،ہوں۔ بد قسمتی سے اب میں ان کی بیوی ہوں میں گر وہ تو ایسے ٹریٹ کرتے ہیں جیسے میں ان کے تھانے کی کوئی پیشہ وارنہ مجرم ہوں۔ "وہ اپنی سنانے میں مصروف تھی، اسے پتہ بھی نہ چلا کے ثمامہ دبے پاؤں وہاں آتے اس کے پیچھے کھڑا اس کی باتیں سن رہا تھا۔

پہلے میں سمجھتی تھی کہ وہ جان بوجھ کے سڑا ہوا منہ لے کے پھرتے رہتے" ہیں۔ مگر اب پتہ چلا ہے کہ انھوں نے تایا ابو کی موت کو ابھی تک قبول ہی نہیں کیا۔ چلو پہلے تو بات اور تھی مگر میں اب ان کی بیوی ہوں۔ وہ چاہیں تو مجھ سے شئیت کر کے اپنے دل تکا بوجھ ہلکا کر سکتے ہیں مگر وہ تو مجھے کسی کھاتے میں لاتے ہی نہیں۔ "اپنی بات کے اختتام پہ اس نے منہ بسوا تھا۔

اچھا چھوڑو ان باتوں کو میں بھی کیا تم لوگوں کو اپنے دکھڑے سنانے لگ گئی۔ تم" چارہ کھاؤ، آج تم لوگوں کا بھی آخری دن ہے۔ ویسے میں تم لوگوں کو بہت مس

کروں گی۔ اتنے دنوں میں تم لوگ میرے اچھے دوست بن گئے تھے۔ "ہالے نے اداسی سے کہتے ان کے سروں پہ اپنے ہاتھ پھیرے تھے۔

کیا ہو رہا ہے یہاں؟ "ثمامہ کی آواز پہ وہ چونک کے سیدھی ہوئی تھی۔"

کہیں اس نے میری باتیں سن تو نہیں لی؟ "اک پل کو دل دھڑکا تھا وہ نجانے" کیا کیا بکواس کرتی رہی تھی۔

کچھ نہیں میں بس انہیں چارا ڈالنے آئی تھی۔ "اپنی بات مکمل کرتے وہ تیزی" سے اندر چلی گئی تھی۔

یہ جو تم لوگوں کی دوست ہے نا اس کا اوپر کا حصہ خالی ہے۔ مگر ہے دل کی" اچھی۔ "ان کے قریب جھکتے ثمامہ نے انہیں رازداری سے بتایا اور ان کے سر سہلاتا خود بھی مسکراتا ہوا گھر کے اندر چلا گیا تھا۔

_______________\

اگلا دن معمول کے دنوں سے ہٹ کے تھا کیونکہ عید کی صبح ہمیشہ ہی ہنگامہ خیز ہوتی ہے۔ ثمامہ اور سیف صاحب تیار ہو کے عید کی نماز کے لیے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد خواتین بھی تیار ہو گئی تھیں۔ ہالے تیار ہو کے باغ میں چلی گئی تھی۔ ثمامہ کے رویے نے اسے عجیب دلبرداشتہ کیا ہوا تھا۔ بے شک وہ اس شادی کے خلاف تھی، مگر شادی کے بعد ہر مشرقی لڑکی کی طرح اس نے بھی ثمامہ سے ڈھیروں امیدیں وابستہ کر لی تھیں مگر اب اس کا رویہ اسے دلبرداشتہ کر رہا تھا

اہھمم "وہ اپنی چوڑیوں کے ساتھ کھیلتی یہ سب سوچ رہی تھی کہ اچانک کسی" کے کھنگارنے پہ وہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔

اب میری آواز اتنی بھی خوفناک نہیں کہ لوگ ڈر جائیں۔ "اس کے یوں اچھلنے پہ" ثمامہ نے مسکراتے ہوئے کہا، اس کی یہ مسکراہٹ ہالے نے ٹیڑھی آنکھوں سے دیکھی تھی۔

نہیں خوفناک تو میں ہوں جسے دیکھتے آپ کے منہ کے زاویے ہی درست نہیں" رہتے۔ "اس کے شکوے پہ ثمامہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

ارے یہاں تو لوگ بڑی غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ "اس کے شوخ لہجے نے ہالے" کو ورطہِ حیرت میں ڈالا تھا۔

نہیں، یہی سچائی ہے۔ "اپنی حیرت پہ قابو پاتے ہالے نے سنجیدگی سے کہا اور گھر" کے اندرونی حصے کی طرف جانا چاہا تھا۔

ابھی تو میں نے عید مبارک بھی نہیں کہا اور تم جا بھی رہی ہو۔ "اس کا بازو پکڑ" کے اسے روکتے ثمامہ شکوہ کن لہجے میں کہا تھا۔

بس کریں آپ، آپ کے اصلی رویے سے زیادہ آپ کا یہ بناوٹی رویہ زیادہ تکلیف" دے رہا ہے۔ جب سے شادی ہوئی اک دفعہ بھی آپ نے مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کی اور اب ایسے لگاوٹ کا اظہار ہو رہا جیسے ہم دونوں سے زیادہ لونگ کپل ہے نہیں اس روئے زمین پہ۔ "ہالے اپنا ضبط کھوتے چیخی، اس کی باتوں پہ ثمامہ بھی پل میں سنجیدہ ہوا تھا۔

جب ڈیڈا کی وفات ہوئی تھی تم اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی۔ اتنا تو تمہیں یاد ہو گا" کہ میں ان سے کتنا اٹیچ تھا، ایون کے کھانا بھی ان کے بغیر نہیں کھاتا تھا۔ ان کی اچانک موت نے میرے حواس سلب کر دیے تھے، میرے لیے اس بات پہ یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ میں ان کا چہرہ کبھی نہیں دیکھ سکوں گا۔ "اپنے ہاتھ میں پکڑے ہالے کے ہاتھ پہ نگاہیں جماتے ثمامہ نے ہولے سے اپنی ذات کے پرت اس کے سامنے کھولنے شروع کیے تھے۔

ہالے بھی ساری باتیں بھولے اسے سن رہی تھی۔

ان سب سوچوں نے مل کے مجھے چڑچڑا بنا دیا، میں آہستہ آہستہ آدم بیزار ہونے لگا۔ کسی بچے کو اس کے باپ کے ساتھ ہنستے مسکراتے دیکھتا تو میرے اندر آگ لگ جاتی، تمہارے ساتھ بھی میں اسی لیے روڈ ہو جاتا تھا۔ اور میرے اندر سوال جاگتا تھا میرے میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا ہے؟ باقی بچے بھی تو اپنے ماں باپ کے ساتھ ہیں میرے ساتھ میرا باپ کیوں نہیں۔انسان ہوں نا، اور انسان بس یہ یاد رکھتا اس سے کیا چھینا گیا ہے یہ نہیں دیکھتا بدلے میں کچھ دیا بھی گیا ہے۔ "آخر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ چمکی تھی اس کے ہونٹوں پہ۔

اگر اللہ نے مجھ سے ڈیڈا کو چھینا تھا تو بدلے میں چچا جان کا دگنا پیار بھی دیا تھا۔" اگر چچا جان کے دل میں بھی جائیداد کا لالچ آ جاتا، وہ مجھ سے اچھا سلوک نہ کرتے تو میں نے کیا کر لینا تھا؟ ان سب باتوں کا شاید مجھے احساس نہ ہوتا اگر وہ واقعہ نہ ہوتا۔ "وہ رکا تو ہالے نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا جس نے گہری سانس بھری اور دوبارہ بولنا شروع کیا تھا۔

"ہمارے نکاح کے اک دو دن بعد کی ہی بات ہے، میں پولیس سٹیشن سے گھر واپس آ رہا تھا کہ میری گاڑی سے اک عورت ٹکرا گئی۔ اس کے ساتھ تین چار سال کا اک بچہ بھی تھا۔ چوٹ زیادہ تو نہیں لگی تھی مگر وہ بیہوش ہو گئیں تو مجھے انہیں ہاسپٹل لے کے جانا پڑا .ان کا خلیہ ان کی خستہ حالی کو بیان کر رہا تھا۔ میں نے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر انہوں نے میرا یونیفارم دیکھ کے مجھ سے مدد کی اپیل۔ "ثمامہ کی تمہید کو بڑے غور سے سن رہی تھی۔

"ان کی شادی کو کچھ ہی عرصہ ہوا تھا اور اک ہی بیٹا تھا۔ شوہر کی وفات اک ایکسیڈنٹ میں ہو گئی تھی۔ شوہر کی جائیداد کافی تھی جسے ہتھیانے کے لیے وہ لوگ اس کی اور اس کے بیٹے کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ تب میں نے اپنا محاسبہ کیا اور مجھے اس بات کا ادراک ہوا کہ میں کس قدر غلط تھا۔ "اس کی آواز میں نمی گُھلی تھی۔

اللہ کی اتنی نعمتوں، اتنے فضل و کرم کے بعد بھی اس سے نالاں رہا۔ خود بھی" اذیت میں رہا اور اپنے ساتھ اپنے پیاروں کو بھی اذیت میں رکھا۔ میں جانتا ہوں ماما کی خواہش کہ میں دوبارہ پہلے جیسا ہو جاؤں، دوسروں کے ساتھ گھلوں ملوں۔ مگر وہ کہہ نہیں پاتی تھیں اور میں عمل نہیں کر پاتا تھا۔ مگر تم سے نکاح کے بعد تمہاری حرکتیں مجھے مسکرانے پہ مجبور کر ہی دیتی ہیں۔ "وہ مسکرایا تھا

کیوں میں سرکس کی بندریا ہوں جس کے کرتب دیکھ کے آپ کے دانت باہر" نکل آتے ہیں، اور میں نے تو کبھی آپ کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ جلے ہوئے ککڑ ہی بنے رہتے ہیں۔ "اس کی بات پہ ہالے تو تپ ہی اٹھی تھی۔

تمیز سے اب تم زیادہ ہی فری نہیں ہو رہی۔ "اس کی بات پہ بمشکل اپنی" مسکراہٹ کو دباتے اس نے اپنے ازلی لہجے میں ہالے کو سرزنش کی۔

دیکھا دیکھا، آگئے نا اپنے اصل روپ میں۔ آپ کو بس میں ڈانٹنے کے لیے ہی نظر" آتی ہوں۔ عید والے دن بھی وہی تمیز تمیز کا راگ الاپ رہے ہیں۔ اب تو مجھے

اس لفظ پلیز سے ہی نفرت ہو گئی ہے "ہالے کے دانت پیس کے کہنے پہ ثمامہ اس دفعہ اپنے قہقہے کو روک نہ سکا۔ ہالے نے حیرت سے اسے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

"بس تمہارے یہی ایکسپریشنز دیکھنے کے لیے تمہیں جان بوجھ کے چڑاتا ہوں۔"
ثمامہ نے ہولے سے اس کی ناک دبائی تھی۔

میں یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے تم سے طوفانی قسم کا عشق ہو گیا ہے ان چند دنوں" میں، ہاں مگر میں تمہاری طرف اٹریکٹ ضرور ہو رہا ہوں۔ مگر اس اٹریکشن کے عشق میں بدلنے کے آثار پورے نظر آ رہے ہیں۔ کیونکہ جب لڑکی پیاری ہونے کے ساتھ ساتھ شرارتی بھی ہو تو پھر محبت نہیں عشق ہی ہوا کرتا ہے۔ "ثمامہ کے مسکرا کے کہنے پہ ہالے نے شرما کے نظریں جھکائی تھیں۔ اس کا ہاتھ ہنوز ثمامہ کے ہاتھ میں تھا۔

خیر تم بھی پہلے مجھ سے شادی کرنے پہ راضی نہیں تھی۔ مگر اب میری توجہ کی" خواہ ہو خیریت؟ "اس کی جھکی نظروں کو اپنی نظروں کے حصار میں لیتے ثمامہ نے سوال کیا تھا۔

بس آپ کے غصے اور کھڑوس پن کی وجہ آپ سے بھاگتی تھی۔ ورنہ میں بھی اندر" سے مشرقی لڑکی ہوں جو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے شوہر سے امیدیں وابستہ کر لیتی ہے اور اس کی طرف کھچی چلی جاتی ہے۔ "اس کے دھیمے سے کہنے پہ ثمامہ کتنے ہی لمحے اسے دیکھتا ہی رہا تھا۔

چلو چھوڑو ان باتوں کو، آج عیدِ قرباں ہے۔ آج سب جانور قربان کریں گے جبکہ" "میں آج کے دن اپنا فضول کا غصہ، انا ضد سب قربان کرتا ہوں، عید مبارک۔ اپنے پسندیدہ سفید پھولوں کے پودے سے اک پھول توڑتے اس کی طرف بڑھایا تھا۔

آپ تو اپنی چیزیں کسی کے ساتھ شئیر نہیں کرتے؟"ہالے نے اک ابرو اچکاتے پوچھا تھا۔

جب زندگی شئیر کر لی ہے تو پیچھے کیا رہ جاتا ہے۔"ثمامہ کے جواب نے اسے مسکرانے پہ مجبور کیا تھا۔

اگر یہ بات ہے تو میں بھی وعدہ کرتی ہوں اپنے سارے آلسی پن، سستی اور کام چوری کو قربان کرتی ہوں۔ آپ کے سارے کام اور ماما کے سارے دیے کام خوشدلی سے کروں گی، خیر مبارک۔"ہالے نے اس کے ہاتھ سے پھول پکڑتے اسی کے انداز میں کہا تو ثمامہ ہنس دیا تھا۔

اچھا چلو اب اندر چچا جان انتظار کر رہے ہوں گے تمہارے دوستوں کو قربان کرنے کے لیے قصائی کو بھی لانا ہے۔"جب سب کچھ کلئیر ہو گیا تو ثمامہ نے کہتے ہوئے اپنے قدم آگے بڑھائے اور ہالے بھی اس کے ہمقدم ہوئی تھی۔

وہ یونہی باتیں کرتے وہاں آئے تو گھر کے باقی تینوں نفوس نے انہیں حیرت سے دیکھا تھا۔ کیونکہ شادی کے بعد سے آج وہ پہلی بار نارمل کپل کی طرح دکھے تھے. اس لیے گھر والوں کا حیران ہونا بنتا تھا۔

خیر ہے آج یہ مشرق اور مغرب اکھٹے کیسے ؟ "سوال پوچھنے والی عصمت بیگم" تھیں، ان دونوں نے جواب دینے کی بجائے اک دوسرے کو دیکھا اور ہنس پڑے تھے ۔ ثمامہ کو ہنستے دیکھ کے ان تینوں کی حیرت پہ اضافہ ہوا تھا کیونکہ بمشکل مسکرانے والا بندہ آج ہنس رہا تھا۔ مگر سب کو یہ تبدیلی بہت اچھی لگی تھی۔

تینوں نے دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا تھا۔ جبکہ انکے چہروں پہ حیرت اور خوشی دیکھتے ثمامہ کا دل سرشار ہوا تھا اور ساتھ ہی اسے افسوس بھی ہوا کہ اس نے ایویں اپنی بے بنیاد سوچوں کی وجہ ان سب چہروں کو اس خوشی سے محروم رکھا۔ مگر اس نے دل ہی دل میں مصم ارادہ باندھا کہ وہ اپنے اب تک کے رویے کا ازالہ

انہیں ہر خوشی دے کرے گا۔ اور ان سب کے لیے سب سے بڑی خوشی تو اپنے بچوں کی خوشیاں تھیں۔

یہ دنیا ہے یہاں کسی کی بھی زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ اپنی زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے اپنے حصے کی جنگ لڑیں نا کہ ہر بات کا الزام قسمت پہ ڈال کے اسے کوستے رہیں۔ کیونکہ اگر اللہ کچھ لیتا ہے تو بدلے میں کچھ دیتا بھی ہے۔ اب یہ انسان پہ منحصر کرتے ہے کہ وہ اس بدلے کو پہچانتا ہے یا بس ناشکری ہی کرتا ہے۔

ختم شد

جوائن ناول بینک فیس بک گروپ

www.facebook.com/groups/NovelBank

انسٹاگرام پر ناول بینک کو فالو کریں

www.instagram.com/pdfnovelbank

بہترین اور اچھی اچھی اردو سٹوریز پڑھنے کے لئے یہ یوٹیوب چینل سبسکرائب کریں۔

https://youtube.com/channel/UCQo-i6Ll32LDErKmnsfQ5MQ